آنکھیں اب رشک طور رہتی ہیں یعنی محو حضور رہتی ہیں
نور سنت ہے جن کی قسمت میں بدعتیں ان سے دور رہتی ہیں

پاسبان مسلک اہلسنت والجماعت

مجلہ دوماہی نور سنت کراچی

جلد 1 | کتابی سلسلہ | شمارہ 7

مدیر
علامہ محمد معاویہ قادری

انجمن دعوت اہل السنۃ والجماعۃ

دوماہی

مجلہ نورِ سنت کراچی

پاسبان مسلکِ اہلسنت والجماعت

شمارہ نمبر 7

بیاد
فاتح بریلویت
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

بدعا
امام اہل سنت
حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

بطرز
قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

قیمت فی شمارہ: -/25
سالانہ زرِتعاون -/200

نورِ سنت انٹرنیٹ پر پڑھیے:
www.nooresunnat.tk

اہل السنۃ کا نمائندہ چینل یوٹیوب پر دیکھیے:
Youtube/rahesunnat

نوٹ: سالانہ ممبرشپ لینے والے جن حضرات کی مدت ختم ہو چکی ہے وہ جلد از جلد رابطہ فرمائیں، بصورت دیگر ادارہ رسالہ بھیجنے سے معذرت خواہ ہوگا۔

رسالہ مستقل لگوانے کے لیے رابطہ کریں
0312-5860955

تاریخ اشاعت: دسمبر 2012ء

ناشر انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ

ادارے کا ہر مضمون نگار کی رائے سے بالکلیہ اتفاق ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

قول قلندر

دوخوشخبریاں

ارادہ تو یہ تھا کہ یہی شمارہ مناظرہ جھنگ نمبر بنانا ہے۔لیکن مشورہ یہ طے ہوا کہ اگلے شمارے کو'' مناظرہ جھنگ نمبر'' بنادیا جائے اور یہ شمارہ حسب معمول ہو۔مناظرۂ جھنگ جوکہ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ اور مولوی اشرف سیالوی بریلوی کے مابین ۱۲۷گست ۱۹۷۹میں ہوا تھااور ایک سازش کے تحت مناظرے میں ثالث ان لوگوں کو چنا گیا جو جانب دار اور فریق مخالف سے اندرونی تعلق رکھنے والے اور حکومت کے دباؤ میں تھے۔اس لئے آج تک بریلوی اپنے آپ کو فاتح قرار دے رہے ہیں،لیکن سچ کیا ہے؟ حقائق کیا کہتے ہیں؟ انصاف کا فیصلہ کیا ہے؟ کون جیتا ؟ کون ہارا۔؟ اس کا فیصلہ آنے والے شمارہ نمبر ۸ کو پڑھ کر خود انصاف پسند قارئین ہی کریں گے اور انشاء اللہ شمارہ ۸ آپ کیلئے معلوماتی کورس ثابت ہوگا۔

اور ہاں کورس سے یاد آیا کہ اس دفعہ الحمدللہ انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ کے زیر اہتمام عید الاضحیٰ کی تعطیلات میں ۱۳ ذی الحجہ سے ۱۸ ذی الحجہ تک جامع مسجد الحبیب محمدی کالونی لیاقت آباد کراچی میں ''۶ روزہ گیارھواں تقابل ادیان کورس'' انعقاد پذیر ہوا جس میں مدارس، کالجز، سکولز کے ۴۰۰ کے لگ بھگ طلباء اور علماء نے شرکت کی اور ۱۰۰ طلباء نے رہائش اختیار کی جن کے قیام وطعام کا تمام انتظام انجمن نے کیا اور آنے والے تمام طلباء کے اکرام وطعام کی ذمہ داری بھی انجمن نے نبھائی، جس پر تقریباً ڈیڑھ لاکھ،105,000 کے قریب اخراجات آئے جس کا تمام تر انتظام انجمن کے مخلص کارکنان نے کیا اور اس کیلئے

کسی بھی قسم کی چندہ مہم نہیں چلائی گئی۔فالحمدللہ۔

کورس میں پڑھانے والے اساتذہ کرام:

۱۔ مناظر اہل السنۃ مولانا رب نواز حنفی مدظلہ العالی نائب امیر اہل السنۃ والجماعۃ۔

۲۔ استاذ العلماء فاتح رافضیت مولانا علی شیر رحمانی مدظلہ جامعہ حیدریہ خیرپور۔

۳۔ مناظر اسلام مفتی نجیب اللہ عمر صاحب مدظلہ العالی۔

۴۔ حضرت پیر جی سید مشتاق شاہ صاحب مدظلہ العالی گوجرانوالہ۔

۵۔ فاتح غیر مقلدیت مولانا علی اکبر صاحب مدظلہ العالی۔

۶۔ محترم ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی۔

حضرت قاری مولانا رب نواز حنفی صاحب نے بریلوی عقائد پر تفصیلی گفتگو کی جبکہ حضرت مولانا شیر علی رحمانی صاحب نے ردشیعت اور رد غیر مقلدیت پڑھایا، مولانا علی اکبر صاحب نے مسئلہ رفع الیدین پر تفصیلی گفتگو کی جبکہ مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب نے بریلویت کی تاریخ، عبارات اکابر، اور عبارات بریلویہ پر درس دیا، مفتی صاحب کو کورس میں سب سے زیادہ اسباق پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔حضرت پیر جی مشتاق صاحب نے بریلوی دیوبندی تنازعہ پر تاریخی اعتبار سے روشنی ڈالی جبکہ محترم ساجد خان نقشبندی صاحب نے مسئلہ علم غیب پر اپنے مخصوص انداز میں تفصیلی گفتگو کی۔

کراچی کے خراب حالات اور بدامنی کے باوجود اس قدر کامیاب کورس کرانے پر ہم ادارہ نورِ سنت کی جانب سے تمام منتظمین اور طلباء اور قارئینِ نور سنت کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆☆

تکبیر شروع ہونے پر نمازی اور امام کب کھڑے ہوں......!

الاقامة والقيام للصلوٰة مع الامام

مولانا فضل الرحمٰن صاحب دھرم کوٹی

افتتاح:۔ معترض نے حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ بات بڑے زعم سے لکھی ہے۔ کہ اقامت سے قبل کھڑے نہ ہونے پر قولی حدیث موجود ہے جبکہ اس کے برعکس پر فعلی حدیث ہے۔ اصول علماء کے مطابق قولی حدیث زیادہ قوی ہوتی ہے۔

جواب: ہمیں اس اصول سے کوئی اختلاف نہیں مگر سوال یہ ہے کہ اصل اختلافی مسئلہ اور متنازع فیہ مسئلہ ہے کیا؟ اقامت سے قبل کھڑا ہونا تو سب کے نزدیک ممنوع ہے اس لیے قولی یا فعلی حدیث لا کر اس پر فخر کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ اس اصول کا اطلاق ہمارے موقف پر ہوتا ہی نہیں اس لئے کہ ہم بھی کہتے ہیں کہ اقامت سے قبل جبکہ امام ابھی اپنے حجرے سے برآمد نہ ہو تو کھڑے ہو کر امام کا انتظار کرنا یہی تو وہ سمود ہے جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ اس لیے یہ بحث بلاضرورت ہے یا خلطِ مبحث ہے۔ معترض نے شروع میں جو دو احادیث نقل کی ہیں ان کے مشترکہ الفاظ:

"فلا تقوموا حتی ترونی"

یعنی جب تک مجھے آتا ہوا دیکھ نہ لو کھڑے نہ ہوا کرو۔

ان کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ یا امام کی آمد سے پہلے مقتدیوں کو کھڑے نہ ہونا چاہئے کیونکہ ممکن ہے امام کسی دوسرے کام میں مشغول ہو اور اسے آنے میں دیر لگ جائے تو مقتدیوں کو اتنی دیر کھڑے رکھنا بالکل غیر موزوں ہے اور شریعت کی عطا کردہ سہولت کے خلاف ہے اس سے کھڑے ہونے اور کھڑے رہنے والے نمازیوں کے دلوں میں امام کے خلاف جذبات ابھر سکتے ہیں اس لئے خروجِ امام سے پہلے نہ تو اقامت کہنی چاہیئے اور نہ ہی مقتدیوں کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا چاہیئے آمنا و صدقنا ہم اس کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں مگر اس کا بھی اطلاق ہمارے اوپر نہیں ہوتا کیونکہ ہمارا یہ معمول ہی نہیں اس لئے ان کے نقل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہ صرف رعب ڈالنے کیلئے لکھ دی گئی ہیں یا اپنی

حدیث دانی کا مظاہرہ ہے و اللہ اعلم۔

ہم اپنے جواب کو احادیث سے شروع کر رہے ہیں اگر یہ اعتراض ہو کہ جواب فقہ سے نہیں حدیث سے دیا گیا ہے تو گزارش ہے کہ ہم نے یہ طرز آپ کے اتباع میں اختیار کیا ہے کیونکہ آپ نے بھی پہلے دو حدیثیں لکھی ہیں اس کے بعد فقہی دلائل تو۔

اے بادصبا ایں ہمہ آوردۂ تست

پھر ہم حنفی ضرور ہیں اور بڑے کٹر حنفی لیکن ہم حدیثِ رسول کے منکر ہرگز نہیں ہمارے امام امام الائمہ کا زریں قول ہے کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی یعنی جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے تو احادیث سے جواب شروع کر کے ہم امام صاحب کی مخالفت نہیں بلکہ ان کے حکم کی تعمیل کر رہے ہیں۔ والحمدللہ علی ذالک۔

جمہور امت کا موقف: عملی طور پر حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی سب کا یہی عمل ہے کہ جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو مقتدی اور امام اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی ہے وہ مشاہدہ کر کے آئے ہیں کہ امام حرم جب مصلے پر آتا ہے اور تکبیر شروع ہوتی ہے تو کوئی بھی بیٹھا نہیں رہتا سب مقتدی اور امام بھی یکدم کھڑے ہو جاتے ہیں خواہ کسی کا مسلک کوئی بھی ہو معترض نے ان کے مسالک کے جو فقہی دلائل نقل کئے ہیں ان کے ظاہر پر سوائے بریلویوں کے کسی کا عمل نہیں۔

ہاں ہند و پاک کے چند لوگ ایسے بھی ہیں جو حرمین شریفین کی جماعت کھڑی ہونے پر لیٹرینوں میں گھس جاتے ہیں اور جماعت کے سلام کا انتظار کرتے رہتے ہیں، کہ سلام پھرے تو ہم نکل کر اپنی علیحدہ نماز پڑھیں کیونکہ ان کے خیال میں امام حرم کے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوتی ہم اسے ان کی بدنصیبی کے سوا کیا کہہ سکتے ہیں۔

بریلویوں کا موقف: یہ ہے کہ جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے ہیں وہ اقامت شروع ہونے کے باوجود بدستور بیٹھے رہیں۔ اور جو کھڑے ہیں وہ شروع اقامت پر بیٹھ جائیں پھر حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اسی وجہ سے اگر ان کا امام تکبیر شروع ہونے پر مصلے پر آتا ہے تو وہ بھی آ کر بیٹھ جاتا ہے پھر امام اور مقتدی حی علی الفلاح سن کر کھڑے ہوتے ہیں۔

حضرات اہلسنت دیوبند کا موقف: جب امام اپنے حجرے سے برآمد ہو تو مقتدی اس کو دیکھ

کرفوراً کھڑے ہوجائیں تاکہ صف بندی صحیح ہوسکے اس معاملے میں امام کا مصلےٰ تک پہنچنا بھی ضروری نہیں امام کو دیکھتے ہی تکبیر بھی شروع ہو جائے اور نمازی بھی کھڑے ہو جائیں۔ تو گویا مقتدیوں کے کھڑے ہونے کا تعلق امام کی آمد سے ہے نہ کہ حی علی الفلاح یا کسی اور کلمے سے۔

ہمارے موقف کے پر احادیث سے دلائل:

حدیث نمبرا:۔ عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال كان بلال رضی الله عنه اذا حضت الشمس فلا يقيم حتى يخرج النبي ﷺ فاذا خرج اقام الصلوٰة حين يراه . (مسلم ج ا، ص ۲۲۱)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (ظہر کی) اذان اسوقت کہتے تھے جب سورج ڈھل جاتا اور اس وقت تک تکبیر نہیں کہتے تھے جب تک نبی کریم ﷺ نکل کر تشریف نہیں لے آتے تھے پس جب آپ نکل آتے تو آپ کو دیکھتے ہی اقامت شروع کر دیتے۔

قاضی عیاض مالکی کی تشریح: قاضی صاحب نے شرح شفاء میں اس حدیث کا یہی مفہوم لکھا ہے ان کے الفاظ ہیں:

> **" ان بلالا كان يرتقب خروج النبي ﷺ فاول مايراه يشرع في الاقامة قبل ان يراه غالب الناس ثم اذا راوه قاموا فلا يقوم مقامه حتى تعدل صفوفهم "۔**

(زرقانی علی المؤطا ج ا ص ۱۳۴)

> ترجمہ: یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کرم ﷺ کے خروج کا انتظار کرتے رہتے تھے۔ پس جب آپ کے وجود مسعود پر پہلی نظر پڑتی تو تکبیر شروع کر دیتے عام لوگوں کے دیکھنے سے پہلے پھر جب عام لوگ بھی دیکھ لیتے تو سبھی اٹھ کھڑے ہوجاتے اور حضور علیہ السلام کے اپنے مصلےٰ پر آنے سے پہلے پہلے صفیں درست ہوجاتیں۔

توجہ:۔ ملاحظہ فرمائیں رسول اللہ ﷺ کے مصلائے امامت پر آنے سے بھی پہلے صفیں

درست ہوجاتی تھیں تو پھر **حی علی الفلاح** تک بیٹھے رہنے کا کیا جواز ہے اور حضور علیہ السلام سے یہ کبھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ آپ مصلیٰ پر تشریف لاکر **حی علی الفلاح** کے انتظار میں بیٹھ گئے ہوں **من ادعیٰ فعلیه البرهان**. جس کو اس کا دعویٰ ہو وہ ثبوت پیش کرے مگر اسکا ثبوت وہ کبھی بھی پیش نہیں کر سکتے **ان شاء الله تعالیٰ**۔

حدیث نمبر۲: عن ابن شهاب ان الناس کانوا ساعته یقوم المؤذن الله اکبر یقومون الیٰ الصلوٰة فلا یاتی النبی ﷺ مقامه حتی تعتدل الصفوف۔

(رواہ عبدالرزق بحوالہ بذل المجہود ص ۳۰)

ترجمہ: جناب ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ تابعی سے روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہتا اسی وقت لوگ نماز کیلئے کھڑے ہوجاتے تو نبی کریم ﷺ کے اپنے مقام (مصلےٰ) پر پہنچنے سے پہلے صفیں درست ہوجاتی تھیں۔

تشریح: دونوں حدیثوں کا مشترکہ مفاد یہی ہے حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کو دیکھتے ہی اقامت شروع ہوجاتی اور اس کے ساتھ ہی لوگ کھڑے ہوجاتے حتیٰ کہ حضور علیہ السلام کے اپنے مصلےٰ پر پہنچتے پہنچتے صفیں بالکل درست ہوجاتی تھیں تو اب فرمائیں **حی علی الفلاح** تک بیٹھے رہنے کی گنجائش کہاں ہے؟ اور اگر کہیں کہ ہم ان حدیثوں کو نہیں مانتے ہم تو فقہ کو ماننے والے ہیں۔ تو میں عرض کروں گا حدیثوں کو نہ ماننا تو کفر ہوتا ہے۔ معاذ اللہ، رہا فقہ کو ماننا اور فقہ کے حوالے دینا تو میرے معترض صاحب! فقہ کو ہم آپ سے زیادہ مانتے ہیں لیکن آپ لوگ فقہی جزئیات کا مطلب نہیں سمجھے تم نے ان کا مطلب ایسا لیا ہے جس سے حدیثوں کے ساتھ مخالفت لازم آتی ہے۔ مگر ہم ان کا ایسا مطلب لیتے ہیں جس سے حدیث اور فقہ دونوں میں موافقت ہوجاتی ہے جیسا کہ آگے آئے گا۔

توضیح:۔ واضح ہو کہ اس حدیث میں جو لفظ اللہ اکبر آتا ہے وہ تکبیر کا پہلا اللہ اکبر ہے۔ یعنی مؤذن کی زبان سے جب اللہ اکبر کا پہلا لفظ اللہ اکبر سنتے تو نمازی اسی وقت کھڑے ہوجاتے۔ اس پر دو قرینے حدیث میں موجود ہیں۔ ایک تو مؤذن کا لفظ ہے کہ جب وہ اللہ اکبر کہتا دوسرے یہ سارا معاملہ حضور علیہ السلام کے مصلائے امامت پر پہنچنے سے پہلے پہلے طے ہوجاتا تھا صفیں درست ہوجاتی تھیں ہر کوئی اپنے اپنے مقام پر سیدھا کھڑا ہوجاتا تھا۔

پھر حضور مصلےٰ پر تشریف لاتے اور صفوں کی درستگی کا مشاہدہ فرماتے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے۔

فلا تقوموا حتی ترونی کی تشریح : حدیث قتادہ رضی اللہ عنہ میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ جب تک مجھے دیکھ نہ لیا کرو کھڑے نہ ہوا کرو (بخاری شریف ص:۸۸، ج ۱، ومسلم شریف ص ۲۲۰، ج ۱) یہ ان لوگوں کو منع کیا ہے جو رسول ﷺ کے حجرہ شریفہ سے برآمد ہونے سے پہلے کھڑے ہو کر آپکی تشریف آوری کا انتظار کیا کرتے تھے جس کو معترض نے بھی شروع شروع میں نقل کیا ہے مگر اس کے مطلب میں ہیرا پھیری کی ہے۔

فلا تقوموا حتی ترونی کی دوسری تشریح : ۔حضور اقدس علیہ السلام بن دیکھے کھڑے ہونے سے منع فرماتے ہیں۔تو یہ لوگ جمعہ کے بعد صلوٰۃ والسلام بڑھتے وقت یا مجالس میلاد میں جو کھڑے ہو جاتے اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے ہیں اس لئے کھڑے ہو جاؤ تو اس وقت ان کو حضور علیہ السلام کا وجودِ مقدس نظر آتا ہے؟ یا صرف ایک مفروضے پر لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔قوم کو چاہیئے کہ اپنے ان مقتداؤں سے پوچھیں کہ جب تمہیں حضور علیہ السلام نظر نہیں آتے اور ہمیں بھی نظر نہیں آتے تو پھر یہ خواہ مخواہ ہمیں کھڑے ہونے کی زحمت کیوں دیتے ہو؟ اور قوم کی آنکھوں میں دھول کیوں جھونکتے ہو؟ اس وقت ان کا منظر ایسے ہوتا ہے جیسے سکول کے بچے پہاڑے کہلاتے وقت کھڑے ہو کر ایک دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھا بڑھا کر کوسنے دیتے ہیں۔تو کیا ان کو بھی حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کا احساس ہوتا ہے؟ اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر تمہیں بھی یقیناً نظر نہیں آتے مگر تم ایک بدعت کو رواج دینے سے باز نہیں آسکتے اور قوم کو اپنی شعبدہ بازی سے مرعوب کرنا ضروری سمجھتے ہو۔

حدیث نمبر ۳: **عن ابی هریره رضی الله عنه فصف الناس صفو فهم ثم خرج علینا رسول الله ﷺ کما فی مسنخرج ابی نعیم ، ولفظ عند مسلم اقیمت الصلوٰة فقمنا وعدلنا الصفوف قبل ان یخرج الینا رسول الله ﷺ فاتی فقام مقامه او حتی اذا قام فی مصلاه . مسلم ص ۲۲۰۔**

ترجمہ: یعنی لوگوں نے اپنے صفیں درست کرلیں تو رسول ﷺ نکل کر ہمارے پاس آئے،

امام مسلم کے الفاظ میں، اقامت شروع ہوئی تو ہم اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہم تک پہنچنے سے پہلے پہلے صفیں درست کرلیں پھر آپ تشریف لائے اور اپنے مقام یعنی مصلائے امام پر کھڑے ہو گئے۔

تشریح:۔ دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے قطعاً نہیں فرمایا کہ اقامت شروع ہوتے ہی تم کیوں کھڑے ہو گئے تمہیں تو حی علی الفلاح کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔ پھر کھڑے ہوتے اور جب میں آکر مصلےٰ پر بیٹھ جاتا اور حی علی الفلاح کا لفظ آجاتا تو پھر میں اور تم سب کھڑے ہو جاتے اس کی بجائے ہوا کیا؟ کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عام لوگوں کے دیکھنے سے پہلے جب آپ کو حجرہ شریف سے برآمد ہوتے دیکھا تو اقامت شروع کردی اور لوگوں نے بھی کھڑے ہو کر صفیں درست کرلیں پھر رسول اللہ ﷺ ہم تک پہنچے اور اپنے مصلےٰ پر قیام فرما ہوئے۔

تو کیا معترض صاحب کے سارے دعوے ہوا نہیں ہو گئے؟ اور کیا اس سے یہ ظاہر نہیں ہو گیا کہ معترض نے فقہی جزئیات کا جو مطلب سمجھا ہے اور جس پر وہ زور دے کر اسے سنت کا معیار بنا رہا ہے وہ کلی طور پر غلط ہے؟ اور اس کا صحیح مطلب ہم آگے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالےٰ۔

حدیث نمبر۴:۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال اقيمت الصلوٰة وصف الناس صفوفهم و خرج رسول الله ﷺ فقام بمقامه الیٰ مصلےٰ بهم۔

(مسلم ص ۲۲۰، ج۱)

دیکھئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر شروع ہوتے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہو کر اپنی صفیں بنا لیتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی مصلیٰ پر تشریف لا کر بیٹھے نہیں تھے کھڑے کھڑے صفوں کا معائنہ فرماتے اور نماز شروع کر دیتے ان الفاظ سے آگے اسی حدیث میں ایک دوسرا موضوع ہے جو ہمارے موضوع سے غیر متعلق ہے اس لئے ہم اس کا ذکر نہیں کرتے۔

حدیث نمبر۵:۔ عن ابی هريرة رضی الله عنه ان الصلوٰة كانت تقام لرسول الله ﷺ فياخذ الناس مصا فهم قبل ان يقوم النبی ﷺ مقامه.

(مسلم شریف ص۲۲۰)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیلئے اقامت کہی

جاتی تو لوگ صفوں میں اپنی جگہ پہ کھڑے ہوجاتے رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام (مصلّٰی) پر کھڑے ہونے سے پہلے پہلے۔

تشریح :۔اس حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر تکبیر شروع کی جاتی اور ساتھ ہی لوگ صفوں میں کھڑے ہوجاتے اور یہ دونوں کام رسول اللہ ﷺ کے مصلائے امامت پر پہنچنے سے پہلے پہلے مکمل ہوجاتے تھے پھر رسول اللہ ﷺ مصلےٰ پر تشریف لا کر کھڑے کھڑے معائنہ کر کے نماز شروع فرمادیتے۔

حدیث نمبر۶: عن نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ یسوی صفوفنا اذا قمنا الی الصلوٰۃ فاذا استوینا کبر .... رواہ ابوداؤد۔

ترجمہ: حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نماز کیلئے کھڑے ہوتے تھے تو رسول ﷺ ہماری صفیں درست کرتے تھے اور جب ہم سیدھے کھڑے ہوجاتے تھے تو تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کردیتے تھے۔

یہ حدیث بھی اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے کہ اقامت سنکر جب لوگ کھڑے ہوجاتے تو رسول اللہ ﷺ صفوں کی درستگی فرماتے اور جب محسوس کرتے کہ صفیں بالکل سیدھی ہوگئی ہیں تو اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے۔

خلفائے راشدین کا معمول

روی عن عمر رضی اللہ عنہ ان کان ھو کل رجالاً باقامۃ الصفوف فلا یکبر حتی یخبر ان الصفوف قد استوت اخرجہ الترمذی قال وروی عن علی رضی اللہ عنہ و عثمان رضی اللہ عنہ انھما کانا یتعاھد ان ذالک .

ترجمہ :حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ صفوں کو درست کرنے کیلئے کچھ لوگوں کو متعین کردیتے اور صفوں کے درست ہونے کی اطلاع سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے اور راوی کہتا ہے کہ حضرات علی و عثمان رضی اللہ عنھم اجمعین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

تشریح :اس حدیث پاک سے تین خلفاء راشدین کا معمول سامنے آیا کہ جب تک انہیں یہ معلوم نہیں ہوجاتا تھا کہ صفیں بالکل درست ہوگئی ہیں یعنی صفیں سیدھی بھی ہوگئی ہیں اور ان کے درمیان میں فرجہ (خلا) بھی کوئی نہیں ہے اس وقت تک وہ وہ تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے۔

ظاہر ہے اس میں کافی وقت لگتا ہوگا تو اگر حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں اور ختم تکبیر پر اللہ اکبر کہیں تو اتنے مختصر وقت میں نہ صفیں درست ہو سکتی ہیں نہ وکیلان تعدیل واپس آکر اطلاع دے سکتے ہیں اس لئے لازماً وہ شروع تکبیر پر کھڑے ہوتے ہوں گے اور حی علی الفلاح پر آکر اطلاع دیتے ہوں گے اطلاع یابی کے بعد آپ تکبیر تحریمہ کہہ دیتے ہوں گے بصورتِ دیگر یہ سارے کام ممکن نہیں ہوتے ہیں۔

ایک لطیفہ:۔ ہمارا موقف یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ یا ان کے قائم مقام امام کو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاؤ تاکہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے نائبین کے اکرام کے تقاضے پورے ہو جائیں مگر معترض پارٹی کہتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ یا امام آتا رہا تو آتا رہے ہم ان کیلئے کھڑے نہیں ہوں گے بلکہ حی علی الفلاح کیلئے کھڑے ہوں گے۔ گویا یہ لفظ ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس سے زیادہ قابلِ تعظیم ہے اس صورت میں آپ فیصلہ کریں کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم کرنے والے ہم حضرات دیوبند ہیں یا یہ نام نہاد عشاقان رسول جو حی علی الفلاح کیلئے تو کھڑے ہوتے ہیں مگر رسول اللہ کے لئے نہیں۔

قد قامت الصلوٰۃ کی تشریح :۔ قد قامت الصلوٰۃ کا مطلب یہ خبر دینا ہے کہ نماز کھڑی ہوگئی ہے یعنی نمازی نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور اگر حی علی الفلاح تک بیٹھے ہی رہنا ہے تو اس کے معاً بعد یہ خبر دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ نمازی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے ہیں بلکہ ایسی صورت میں تو یہ امر دینا زیادہ مناسب تھا کہ قوموا الی الصلوٰۃ کہ نماز کیلئے کھڑے ہو جاؤ مگر یہاں امر کے بجائے ماضی کا صیغہ لا کر یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نمازی تو شروع اقامت ہی سے کھڑے ہو چکے ہیں اب ان کے قیام کر خبر دی جا رہی ہے اس لئے امام صاحب اب نماز شروع فرمائیں۔

اقامت کا مطلب: لفظ اقامت کا معنی ہے کھڑا کرنا یعنی لوگوں کو کھڑے کرنے کیلئے الفاظ اقامت کہے جاتے ہیں اور اگر لوگوں نے تکبیر کے الفاظ سننے کے باوجود کھڑے ہونا ہی نہیں اور انہیں تو بہر حال حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا ہے پھر تو الفاظ اقامت پکارنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ایسی صورت میں تو جماعت کو کھڑا کرنے کیلئے صرف لفظ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہہ دینا چاہئے تاکہ لوگ اسے سنکر کھڑے ہو جائیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کب قیام کرتے تھے: پہلی حدیث میں ہے، ثم اذا راوہ قاموا ۔ یعنی جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے یعنی وہ اقامت کے کسی خاص لفظ کو نہیں دیکھتے تھے ذات اقدس کو دیکھتے ہی فورا کھڑے ہو جاتے تھے۔

دوسری حدیث کے مطابق وہ اقامت وہ اقامت کا پہلا لفظ اللہ اکبر سنتے ہی قیام کر لیتے تھے، کیونکہ یہ لفظ حضور علیہ السلام کی (آمد کی) اطلاع ہوتا تھا۔

تیسری حدیث کے مطابق **فقمنا وعدلنا الصفوف** یعنی ہم کھڑے ہو گئے اور ہم نے صفیں درست کر لیں رسول اللہ ﷺ کے ہم تک پہنچنے سے پہلے پہلے۔

چوتھی حدیث میں ہے کہ اقامت شروع ہونے کے ساتھ ہی صفیں درست ہو گئیں پھر رسول اللہ ﷺ مصلےٰ پر آکر کھڑے ہو گئے۔ تو گویا رسول اللہ ﷺ مصلےٰ پر آکر بیٹھتے نہیں تھے کھڑے کھڑے نماز شروع کر دیتے تھے۔

پانچویں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اپنے مقام پر قیام کرنے سے پہلے پہلے سب صفیں درست ہو گئیں۔

چھٹی حدیث میں ہے کہ جب اقامت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ہماری صفیں درست فرماتے جب صفیں درست ہو جاتیں تو تکبیر کہہ کے نماز شروع فرما دیتے۔

خلفاء راشدین کا معمول یہ تھا کہ اقامت شروع ہونے سے پہلے وہ وکیلان تعدیل یعنی صفوں کے نگران مقرر فرما دیتے جب وہ آکر اطلاع دیتے کہ سب صفیں درست ہو گئی ہیں تو آپ نماز شروع فرما دیتے۔

بریلویوں کے امام کا مصلےٰ پر آکر بیٹھ جانا: ۔ اقامت شروع ہو جانے کے باوجود امام کے مصلےٰ پر آکر بیٹھ جانے کیلئے ان کے پاس نہ تو کوئی حدیث کی روایت ہے اور نہ کوئی فقہی جزئیہ یہ ان کی ایسی بدعت ہے جس کو یہ حدیث وفقہ سے کبھی ثابت نہیں کر سکتے آپ نے پچھلی چھ حدیثوں میں دیکھ لیا کہ حضور علیہ السلام تکبیر شروع ہونے پر تشریف لاتے تو آکر مصلےٰ پر کھڑے ہو جاتے اور نماز شروع فرما دیتے۔ یہ بدعت اتنی بے دلیل ہے کہ بریلویوں کے بانی مولوی احمد رضا خاں بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے

''اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور حی علی الفلاح یا ختم تکبیر پر تحریمہ کہے''۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲، ص ۵۰۸)

مولوی احمد رضا خاں کا فتویٰ

''وہ مقتدیوں کیلئے فرماتے ہیں پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں''۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم: ص: ۴۷۵ بحوالہ افازہ جد الکرامہ: ص: ۷)

امام بریلویت مولوی احمد رضا خان کا فرمان واجب الاذعان بابانگ دہل ہماری تائید کر رہا ہے کہ مقتدیوں کے قیام کا تعلق اقامت کے الفاظ کے ساتھ نہیں امام کی آمد سے ہے امام آئے تو سب کھڑے ہو جائیں پھر حی علی الفلاح کے الفاظ تک بیٹھے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یعنی امام بھی آ کر کھڑا ہو جائے اور نمازی بھی اس کو دیکھ کر کھڑے ہو جائیں۔

میرا چیلنج: بریلوی حضرات کے پاس تکبیر شروع ہونے کے بعد اپنے امام کے مصلے پر آ کر بیٹھ جانے کی کوئی دلیل نہیں نہ حدیث کی نہ فقہ کی یہ ان کی خودساختہ بدعت ہے جس کو فقہی جزئیوں کی آڑ میں انہوں نے جاری کیا ہے نہ تو رسول کریم ﷺ اور نہ کوئی صحابی اور نہ کوئی تابعی اس طرح تکبیر شروع ہونے کے بعد مصلے پر آ کر نہیں بیٹھا اور نہ ان کے امام احمد رضا خاں اس کی اجازت دے رہے ہیں تو پھر یہ خالص بدعت نہیں تو اور کیا ہے ھـــاتـــو ا بـرھانکم ان کنتم صادقین ہاں اگر کوئی پہلے سے بیٹھا ہوا امام مقتدی تو اسے حی علی الفلاح تک بیٹھے رہنے کی صرف اجازت ہے کیونکہ کوئی ضعیف کوئی بیمار شروع تکبیر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ بعذر حیعلتین تک بیٹھ سکتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

فقہی جزئیات کا جواب

اقــول و باللہِ التوفیق مسئلہ قیام عند الاقامہ از روئے حدیث تو پوری شرح و بسط کے ساتھ لکھا جا چکا ہے، جس میں ہمارے معترض کے حق میں کوئی دلیل نہیں اب رہا مسئلہ فقہی

جزئیات کا تو ہم ان تمام فقہی جزئیات کو مانتے اور سر آنکھوں پہ رکھتے ہیں مگر ان کا مطلب وہ مراد نہیں لیتے جو معترض نے لیا ہے کہ حی علی الفلاح تک امام اور مقتدی دونوں لازماً بیٹھیں اور جو اس وقت آئے وہ بھی لازماً بیٹھ جائے اور اس کے بعد سب کھڑے ہوں اور جو شروع اقامت سے کھڑے ہوگئے ہیں وہ تارک سنت ہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ حی علی الفلاح ''قعود وجلوس کی آخری حد'' بتلائی گئی ہے کہ اگر کوئی ضعیف یا مریض جس میں قیام کی استطاعت ہے جلد کھڑا ہونا نہ چاہتا ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ حی علی الفلاح تک بیٹھ سکتا ہے اس صورت میں وہ کراہت کا مرتکب نہیں ہوگا اور اگر وہ اس کے بعد بھی بیٹھا رہے گا تو وہ مکروہ کا مرتکب ہوگا۔ بلکہ جماعت سے اعراض کرنے والا سمجھا جائے گا لیکن جو شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو گیا ہے اس نے بھی کسی مکروہ کا ارتکاب نہیں کیا ہے بلکہ اس نے مسارعت الی الصلوٰۃ کر کے ایک مستحب کام کیا ہے، میں یہ توجیہ کیوں کرتا ہوں اس کی طرف بھی فقہائے احناف ہی نے اشارہ کیا ہے۔

پہلی توجیہ :۔ چنانچہ علامہ طحطاوی حنفی لکھتے ہیں:۔ الظاهر انه احتراز عن التاخير لا التقديم حتى لو قام اول الاقامه لا باس۔ طحطاوی حاشیہ درمختار۔

ظاہر ہے کہ یہ تاخیر سے احتراز ہے نہ کہ تقدیم سے حتی کہ اگر کوئی شخص شروع اقامت سے کھڑا ہو گیا تو کوئی حرج نہیں یعنی فقہاء نے جو قیام عند حی علی الفلاح کا کہا ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد بیٹھے رہنا مکروہ ہے نہ یہ کہ اس سے پہلے اٹھنا مکروہ ہے اور یہ وہی بات ہے جو میں نے لکھی ہے۔ البتہ ہمارے معترضین طحطاوی ہی کا ایک دوسرا قول اس کے خلاف پیش کرتے ہیں جو مراقی الفلاح میں ہے کہ

> ''اذا اخذ المؤذن فی الاقامه و دخل رجل فی المسجد فانه يقعد ولا ينتظر قياماً فانه مكروه كما فی المضمرات یعنی جب مؤذن اقامت شروع کردے اس حال میں کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو وہ کھڑا ہو کر انتظار نہ کرے بلکہ بیٹھ جائے''۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں جو لفظ ينتظر ہے اس سے مراد امام کا انتظار ہے تو اس سے

معلوم ہوا کہ اس کا مصداق وہ صورت ہے جس میں امام کے آنے سے پہلے اقامت شروع کر دی گئی ہو تو اس شخص کیلئے واقعی یہی حکم ہے کہ وہ کھڑے ہو کر امام کی آمد کا انتظار نہ کرے بلکہ بیٹھ جائے اور اس صورت کو تو رسول اللہ ﷺ نے بالتصریح منع فرمایا ہے لہٰذا یہ قول ہمارے مخالف نہیں ہے۔

دوسری توجیہ :۔ تعمیل امر کی طرف مسارعت کرنا یعنی جلدی کرنا بالاتفاق مستحب ہے جیسا کہ اس جزئیہ میں ہے:

”والقيام حين قيل حي على الفلاح لانه امر به فيستحب المسارعت اليه“. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ص ۱۰۸)

یہی بات درر الاحکام شرح غرر الاحکام میں کہی گئی ہے یعنی حی علی الفلاح کہنے کے وقت کھڑے ہونا، اس لئے کہ یہ قیام کیلئے امر ہے اور امر کی تعمیل کیلئے جلدی کرنا مستحب ہے اب سوال یہ ہے کہ تعمیل امر قیام کیلئے مسارعت یعنی جلدی وہ شخص کرتا ہے جو حی علی الفلاح سنکر کھڑا ہوتا ہے یا وہ جو شروع اقامت ہی سے کھڑا ہو جاتا ہے ظاہر ہے کہ شروع اقامت سے کھڑا ہونے والا تعمیل امر کیلئے زیادہ مسارعت کرتا ہے لہٰذا اسے مکروہ کا مرتکب کیسے سکتے ہیں وہ تو امر مستحب کا بجالانے والا ہے۔

تیسری توجیہ : نووی شرح مسلم میں ہے فاذا قال قد قامت الصلوٰۃ کبر الامام کہ جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہہ دے اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے فاذا قال قد قامت الصلوٰۃ کبر الام لانه امين الشروع و قد اخبر لقيا مها۔ یعنی جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہہ دے کیونکہ وہ شروع کرنیکا امین ہے اور اسے اقامت صلوٰۃ کی خبر دے دی گئی ہے تو اب سوال یہ ہے کہ صفوں کا درست کرنا کہ سیدھی بھی ہوں اور درمیان میں رخنہ بھی کوئی نہ ہو یہ بلا اختلاف سنت ہے اور رسول اللہ ﷺ بڑے اہتمام سے صفیں درست فرمایا کرتے تھے تو اگر حی علی الفلاح پہ کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ پر تکبیر ہو جائے تو نمازی کھڑے کب ہوں گے اور صفیں کب درست کریں گے کب کندھے سے کندھا ملائیں گے کب ٹخنے سے ٹخنہ سیدھا کریں گے بالخصوص

جب نمازی ہزاروں کی تعداد میں ہوں اتنے کثیر لوگوں کو صف بندی کیلئے وقت چاہئے اور مذکورہ صوت میں وقت بالکل نہیں ہے کہ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوئے اور قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع ہوگئی اب معترض صفیں درست کر کے دکھائیں اس زمانے کے تناظر میں جبکہ آج کل جیسی چار چار فٹ کی سیدھی صفیں یا قالینیں بنی ہوئی نہیں تھیں بلکہ چٹائیاں بھی بچھی ہوئی نہ تھیں نشان بھی لگے ہوئے نہ ہوتے تھے مسجد میں کنکریوں کا فرش بچھا ہوا ہوتا تھا اور کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر صفیں سیدھی کی جاتی تھیں۔

چوتھی توجیہ :۔ حی علی الفلاح تک بیٹھے رہنا ان تمام احادیث کے خلاف ہے جن میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مصلے پر تشریف لا کر کھڑے ہو جاتے تھے اور آپ کو دیکھ کر مقتدی بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

پانچویں توجیہ :۔ یہ صورت تعدیل صفوف کی تمام احدیث کے بھی خلاف ہے مثلاً مشکوٰۃ میں ہے۔

”عن انس رضی اللہ عنه قال قال رسول ﷺ سوو اصفو فکم فان تسویة الصفوف من اقامة الصلوٰۃ“.

(مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ: یعنی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو کیونکہ صفوں کا برابر کرنا اقامت صلوٰۃ کے حکم میں داخل ہے۔

اب تسویۃ الصفوف کے لئے وقت کی ضرورت ہے اور وہ زیر بحث صورت میں موجود نہیں کیونکہ حی علی الفلاح پہ کھڑے ہوئے اور قد قامت الصلوٰۃ پر امام نے اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردی اور اگر ختم اقامت پر بھی نماز شروع ہو پھر بھی اتنا وقت نہیں کہ صفیں سیدھی کی جائیں جبکہ رسول اللہ ﷺ اقامت شروع ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کو صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیتے تھے اور ان کی صف بندی کو ملاحظہ فرماتے تھے جیسے کہ اس حدیث میں ہے:

”عن انس رضی اللہ عنه قال اقیمت الصلوٰۃ فا قبل علینا رسول اللہ ﷺ بوجهه فقال اقیموا صفوفکم

وتراصوا فانی اراکم من وراء ظهری . (مشکوٰۃ شریف ص ۹۸)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز قائم کی گئی یعنی اقامت کہی گئی تو رسول اللہ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور مل مل کے کھڑے ہو اس لئے کہ میں تمہیں پس پشت سے بھی دیکھتا ہوں یہ پس پشت سے دیکھنا آں حضرت ﷺ کی حالت نماز کا معجزہ ہے نہ کہ دائمی حالت۔

تو اقامت شروع ہونے کے بعد اتنا دقفہ ہونا چاہیئے جس میں امام صف بندی کیلئے قوم کو متوجہ کر سکے اور ان کی صف بند کا مشاہدہ کر سکے اور کسی کو آگے پیچھے کرنا ہو تو کر سکے یہ جبھی ہو سکتا ہے جب اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جائیں ورنہ نہیں تو چونکہ زیر بحث صورت میں تسویہ الصفوف ممکن نہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہونا ان سب احادیث کے خلاف ہے جس سے احادیث کی مخالفت لازم آتی ہے اس لئے ہم اس فقہی جزیئے کی یہ بہترین توجیہ کرتے ہیں کہ اس میں مابعد کی نفی ہے نہ کہ ماقبل کی یعنی حی علی الفلاح کے بعد بیٹھے رہنے کو روکا ہے نہ کہ اس سے پہلے کھڑے ہونیکو۔

چھٹی توجیہ :۔ فقہاء نے حی علی الفلاح تک کھڑے ہونے کا تو کہا ہے لیکن اس سے پہلے کھڑے ہونے کو کسی نے بھی منع نہیں کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیٹھے رہنے کی آخری حد ہے۔

ساتویں توجیہ :۔ فذهب مالک و جمهور العلماء الیٰ انه لیس لقیا مهم حد ولکن استحب عامتهم القیام اذا اخذ المؤذن فی الاقامه .

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری بحوالہ احسن المسائل ص ۳۰۶)

یعنی امام مالک اور جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ امام و مقتدین کے قیام کی کوئی حد معین نہیں ہے لیکن عام علماء و فقہاء نے موذن کی اقامت شروع ہونے کے وقت کو مستحب کہا ہے اور قاضی عیاض کی روایت کے مطابق تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شروع اقامت پر کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے۔ احسن المسائل ص ۳۱۹۔

آٹھویں توجیہ :۔ مؤطائے مالک میں ہے متیٰ یجب القیام علی الناس حین تقام الصلوٰۃ قال مالک واما قیام الناس حین تقام الصلوٰۃ فانی لم اسمع فی ذالک بحد یقام له وانی اری ذالک علی قدر طاقة الناس فان منهم الثقیل والخفیف لا یستطیعون ان یکونوا کرجل واحد .(مؤطاامام مالک)

یعنی نماز شروع کرتے وقت لوگوں پر قیام کب واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام مالک نے فرمایا کہ نماز شروع ہوتے وقت لوگوں کے قیام کے بارے میں کوئی حد متعین میں نے نہیں سنی مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ لوگوں کی طاقت کے مطابق ہے کیونکہ ان میں بعض بھاری بھر کم ہوتے ہیں اور بعض ہلکے پھلکے اور سب کیلئے ایک حکم نہیں ہوسکتا۔

نویں توجیہ : عن سعید بن المسیب و عمر بن عبد العزیز رحمهما الله تعالیٰ اذا قال المؤذن الله اکبر وجب القیام واذا قال حی علی الصلوٰۃ اعتدلت الصفوف واذا قال لا اله الا الله کبر الامام.

(عمدۃ القاری بحوالہ احسن المسائل ص ۳۰۶)

یعنی حضرت سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عمر بن العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو قیام واجب ہوجاتا ہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو صفیں درست ہوجانی چاہییں ۔اور وہ لا اله الا الله کہے تو امام تکبیر کہہ دے۔ لو ہم تو شروع تکبیر میں قیام کو مستحب ہی کہتے تھے مگر ان جید تابعی بزرگوں نے تو اس کو واجب کہہ دیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہم تو حنفی فقہ کے پابند ہیں ان کے نہیں تو ہم بھی آپ سے پوچھیں گے کہ آپ نے اپنے کیس کو مضبوط کرنے کیلئے دیگر تینوں اماموں امام شافعی امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے حوالے کیوں دیئے تھے؟

دسویں توجیہ : حی علی الفلاح کے قول پر عمل تمام مذاہب میں متروک ہے چنانچہ اس کی دلیل حرمین شریفین کا تعامل ہے جہاں سب اہل مذاہب اکھٹے ہوجاتے ہیں اور بریلوی علماء تو وہاں جماعت میں شرکت ہی نہیں کرتے اس لئے ان کا عمل وہاں لیٹرینوں کے سوا کہیں دیکھا نہیں جاسکتا۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند　　میل اورا در دلش انداختند

اماماں حرم کے پیچھے نماز نہ ہونے کا بریلوی فتویٰ

بریلویوں کے مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں (امام حرم (مکہ مکرمہ و مدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اس لئے برے عقیدے والے کی اقتدا میں نماز نہیں ہوتی، خطبۂ حج بھی وہی پڑھتے ہیں پھر ان کی اقتدا میں حج بھی نہیں ہوسکتا؟ مزید لکھتے۔ جب ۱۳۹۹ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے صدقے اس سیہ روزگار کو حرمین شریفین کی حاضری کا شرف بخشا تو حالات کا مشاہدہ کر کے یہ چند سطور حوالہ جات جن کا نام انزال السکینہ علیٰ من لا یصلی خلف الامام النجدی فی المکۃ والمدینہ المعروف بالا مام الحرم رکھا یعنی جو شخص مکہ مدینہ کے امام حرم کے پیچھے نماز نہ پڑھے اس کے اطمینان قلب اور تسکین دل کیلئے یہ سطور لکھی گئی ہیں۔ (رسالہ امام حرم کا پیش لفظ ص:۱)

واضح ہو اس میں لفظ المکہ عربی گرائمر کے لحاظ سے غلط ہے کیونکہ مکہ پر الف لام نہیں آتا۔

بریلوی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین بریلوی مدنی کا فتویٰ:۔ اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہو سکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کیلئے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کیلئے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے مگر نماز کا اعادہ کر لے۔ (رسالہ امام حرم: ص:۱۵)

مفتی شجاعت علی بریلوی کا فتویٰ:۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں اگر امام صاحب وھابی ہے تو ان کے پیچھے بلکہ کسی بھی وھابی امام کے پیچھے حنفی المسلک اہل سنت و جماعت کی نماز نہ تو پاکستان میں درست ہوتی ہے نہ کہیں اور اگر نماز پڑھ لی گئی ہو اس کا اعادہ ضروری ہے۔ (رسالہ امام حرم: ص:۳۰)

اس کا جواب دیں

ہمارے معترض صاحب کو فقہ حنفی کا غم کھائے جا رہا ہے کہ یہ کیسے حنفی ہیں جو فقہ حنفی پر عمل نہیں کرتے وہ کہتے ہیں یہ چیز فقہ حنفی کے خلاف ہے فقہ حنفی سے تجاوز ہے ہمیں حدیث سے جواب نہیں چاہیئے ہم حنفی ہیں ہمارے سامنے فقہ حنفی کے حوالے اور فتوے لائے جائیں۔ تو لیجئے یہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگنے پر فقہ حنفی اور فقہائے احناف کے فتاوے جات پیش خدمت

ہیں۔معترض صاحب اس کا جواب دیں کہ ان کی پارٹی دعا بعد الجنازہ کے متعلق ان فتووں کے خلاف کیوں کرتی ہے اور کیوں نماز جنازہ کے بعد وہ دعا مانگنے کو حنفیت اور سنیت کا معیار بنائے ہوئے ہے؟

۱۔علامہ برجندی حنفی حاشیہ مختصر الوقایہ ص ۱۸۰ میں فرماتے ہیں **لا یقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازہ لانہ یشبہ الزیادہ فیھا کذافی المحیط** ترجمہ کوئی شخص نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہوئے کیونکہ یہ اس میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۲۔مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ **حنفی المفتی و السائل** میں لکھتے ہیں۔بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنا مکروہ ہے۔

۳۔نواب قطب الدین حنفی مظاہر حق شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں۔جنازے کے بعد کوئی دعا نہ مانگے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۴۔فتاوے عالم گیری میں لکھا ہے۔**لا یدعوا بعدہ فی ظاھر المذھب** ۔یعنی ظاہر مذہب کے مطابق نماز جنازہ کے بعد دعا نہ کرے۔

۵۔ملاعلی قاری حنفی مرقات ج ۲،ص ۳۶۹ میں لکھتے ہیں **ولا یدعوا للمیت بعد صلوۃ الجنازہ لانہ یشبہ الزیادۃ فی صلوٰۃ الجنازہ** . ترجمہ نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ کرے کیونکہ یہ نماز میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

۶۔امام حافظ الدین کردری رحمۃ اللہ علیہ: حنفی فتاوے بزازیہ میں ج ا،ص ۲۸۳ پر لکھتے ہیں **لا یقوم بالدعاء بعد صلاۃ الجنازہ لانہ دعا مرۃ** ۔نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے نہ ٹھہرے کیونکہ اس نے ایک دفعہ دعا کرلی ہے۔

۷۔علامہ سراج الدین حنفی فتاوے سراجیہ میں ص ۲۳ پر لکھتے ہیں **اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعا** ،نماز جنازہ سے فارغ ہوتو دعا کیلئے نہ ٹھہرے۔

۸۔علامہ ابن نجیم حنفی بحر الرائق میں لکھتے ہیں ص ۱۹۷، ج ۲ **ولا یدعوا بعد التسلیم** ۔اور سلام کے بعد دعا نہ کرے۔

۹۔امام ابوبکر بن حامد حنفی محیط کی کتاب الجنائز میں لکھتے ہیں **ان الدعاء بعد صلوۃ الجنازہ مکروہ** . کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے۔

۱۰۔امام شمس الائمہ حلوائی فقیہ میں لکھتے ہیں لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلاۃ الجنازہ ۔۔۔یعنی نماز جنازہ کے بعد کوئی شخص دعا کیلئے کھڑا نہ رہے۔

یہ اتنے سارے فقہاء اور یہ ڈھیر ساری فقہ کی کتابیں پڑی کراہ رہی ہیں کہ ہمارے خلاف جنازوں کے بعد دعا کر کے ہمیں رسوا کیا جارہا ہے ہماری توہین ہورہی ہے فقہ حنفی کو نظر انداز کیا جارہا ہے مگر معترض صاحب اوران کی برلن پارٹی اس کا کوئی نوٹس ہی نہیں لے رہے۔ اور پھران کی بہار شریعت نامی معتبر و مستند کتاب میں دعا بعد الجنازہ کا کوئی عنوان ہی نہیں پھر تم ان سب کے خلاف جنازے کے بعد دعا کیوں مانگتے ہو؟ صرف بدعتی بننے کیلئے؟ واللہ یھدی الیٰ سواء السبیل

وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں ہے   تمہاری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی

یہ صرف دس فتاوے جات نقل کیئے ہیں ان کا جواب دے لیں گے تو پھر اور بھی لکھیں گے۔

تمت بالخیر وببرکت اسمہ تتم الصالحات وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و حبیبہ محمد المصطفیٰ واحمد المجتبیٰ وعلیٰ آلہ واصحابہ الاتقیاء والائمہ المجتھدین الفقھاء۔

نماز جنازہ کے بعد دعا بدعت ہے

حضرت مفتی محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ

﴿سوال﴾: ہمارے گاؤں میں جب کوئی فوت ہو جائے تو اس کی تدفین کے وقت وہ بدعات اختیار کی جاتی ہے کہ جن کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان بدعات سے روکتا ہے تو پورا گاؤں اس کی مخالفت کرتا ہے۔ مگر پھر بھی کچھ نوجوان ان بدعات کی مخالفت کرتے رہے ہیں اور ان بدعات کو روکنے کیلئے آواز بلند کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے گاؤں سے بہت سی بدعات اللہ کے فضل وکرم سے ختم ہوگئیں۔

مگر افسوس روزنامہ ایکسپریس کی جمعہ 23/07/2005 کی اشاعت میں کسی صاحب نے "دعا بعد الجنائز" کے بارے میں سوال کیا۔ اس سوال کا جواب پڑھ کر کچھ لوگ اس بات کے قائل ہو رہے ہیں کہ جنازے کی نماز کے بعد دعا سنت اور صحابہ کرامؓ کا طریقہ ہے۔

مفتی منیب الرحمٰن صاحب (بریلوی) کا فتویٰ درج ذیل ہے

سوال: ہمارے علاقہ میں بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں کہ آپ لوگ نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے ہاتھ اُٹھا کر جو دعائے مغفرت کرتے ہیں، اس کا کوئی شرعی ثبوت نہیں، اگر ہے تو پیش کریں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، نیز جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کر رہے ہیں ایسے لوگوں کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: (منیب الرحمٰن صاحب روزنامہ ایکسپریس) اس سوال کا براہ راست جواب سننے سے پہلے ایک دو اصولی باتیں سمجھ لیجئے۔ اسلام اور دنیا کے ہر قانون اور اصول قانون کا ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اشیاء امور میں اصل اباحت (یعنی جائز ہونا) ہے، لہٰذا کہیں بھی قوانین کی تشکیل میں مباحات (جائز امور) کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ ہر شعبے کے محرکات، ممنوعات اور مکروہات کو تفصیل سے بیان کر دیا جاتا ہے اور یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کے علاوہ دیگر امور جائز ہیں، مثلاً جن خواتین سے نکاح شرعاً حرام ہے، قرآن نے ان کو سورۃ النساء آیت ۲۲ تا ۲۵ تفصیل کے ساتھ بیان کر کے فرمایا" اور ان (مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی سب عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح جائز ہے" (سورۃ النساء ۲۴) اسی طرح قرآن پاک نے سورۃ البقرہ آیت ۱۷۳ اور سورۃ النحل آیت نمبر ۱۱۵ میں ماکولات میں سے محرمات (مردار، ذبح کے وقت بہنے والا خون، خنزیر اور جس جانور پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے) کا ذکر فرمایا، احادیث میں اس پر درندے، شکاری پرندے اور گدھے کا اضافہ فرمایا گیا، بعض دیگر جانوروں کو قیاس اور اجتہاد کے ذریعے فقہائے نے مکروہ تحریمی قرار دیا، ان کے علاوہ دیگر لاتعداد جانور جو حلال ہیں کتاب وسنت اور ائمہ مجتہدین نے ان کا تفصیل سے احاطہ نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنا عملاً ممکن ہے، ہماری عملی زندگی میں اس کی مثال یہ ہے کہ جس سڑک پر دائیں یا بائیں مڑنا منع ہو یا جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا منع ہو، ٹریفک کا عملہ وہاں مخصوص ممانعت کا نشان لگا دیتا ہے، باقی جس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانا منع نہیں وہاں کوئی مخصوص نشان نہیں لگایا جاتا، ممانعت کا نشان نہ ہونا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس گلی یا سڑک پر گاڑی چلانے کی عام اجازت ہے، بعینہٖ یہی

اصول احکام شریعت کا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ بعض اشیاء کی (حلت و حرمت) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (شرعی حکم) دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "حرام وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دے دیا اور جس کے بارے میں (کتاب وسنت) میں سکوت فرمایا گیا تو وہ معاف ہے (یعنی جائز وحلال ہے) لہٰذا خواہ مخواہ اپنے آپ کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ اس حدیث سے کتبِ تفاسیر و فقہ میں اس مفہوم پر استدلال کیا گیا ہے سنن بیہقی صفحہ ۱۲، جلد ۱۰، پر حضرت ابو درداءؓ کی حدیث مرفوع ہے: "جس چیز (کی حرمت کے بیان) سے قرآن نے سکوت کیا وہ معاف ہے (یعنی جائز ہے) تو اللہ کی طرف سے معافی (یعنی جواز کی رعایت) کو (خوش دلی سے) قبول کرو کیونکہ اللہ بھولنے والا نہیں، پھر آپؐ نے (سورۃ المریم کی آیت ۶۴) تلاوت فرمائی (جس کا معنی یہ ہے کہ) اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

فتاویٰ شامی میں ہے: قول مختار یہ ہے کہ جمہور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک (امور واشیاء میں) اصل اباحت (جائز ہونا) ہے لہٰذا اگر کوئی شخص، کسی خاص موقع ومقام کے لئے یا علی الاطلاق، کسی چیز کی حرمت وکراہت کا مدعی ہے تو بار ثبوت اس پر ہے کہ وہ عدم جواز کی شرعی دلیل پیش کرے، نہ کہ فریق مخالف (قائل جواز) سے دلیل طلب کرے۔
دوسرا اصولی مسئلہ یہ ہے کہ فی نفسہ دعا اللہ کے نزدیک انتہائی محبوب اور پسندیدہ فعل ہے، مقامات نجاست وکراہت کے علاوہ دعا کیلئے نہ کسی وقت کی پابندی ہے نہ کسی خاص لب ولہجے اور زبان کی، یہ الگ بات ہے کہ مسنون دعاؤں کی برکات زیادہ ہیں۔ بندے کی دعا اللہ کو اتنی مرغوب ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کثرت سے دعا کیا کرو۔

دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعا تقدیر کو ٹال دیتی ہے۔

اللہ سے اس کے فضل کا سوال کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ کوئی اس سے سوال کرے۔

اور وفات یافتہ اہل ایمان کیلئے دعا کی ترغیب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور جو ان کے بعد آئے وہ (اللہ کی بارگاہ میں) عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو ہمیں بخش دے اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں مومنوں کیلئے کینہ نہ رکھ، اے ہمارے رب! تو بہت مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔" (الحشر: ۱۰)

اس آیت کا سیاق وسباق (مورد) تو خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے اور اپنے اسلاف وسابقین اہل ایمان کیلئے دعائے مغفرت کو اہل ایمان کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ اب اس دعائے مغفرت کیلئے کسی خاص وقت کا تعین نہیں ہے، کسی شخص کی زندگی میں بھی اس کے لئے دعائے مغفرت کی جاسکتی ہے، موت کے بعد نماز جنازہ سے پہلے بھی کی جاسکتی ہے، بطور خاص بعد نماز جنازہ ممانعت کی کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو پیش کرے۔ مندرجہ بالا آیت کے تحت علامہ جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں: متعدد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے کہ دعا بلاشبہ میت کو فائدہ دیتی ہے اور

اس کی دلیل کے طور پر اس آیت کو پیش کیا ہے"۔

رہا یہ سوال کہ آیا دعا بعد از نماز جنازہ کیلئے کوئی دلیل مثبت بھی ہے تو حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ: "جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کیلئے دعا کرو"۔ اس حدیث میں نماز جنازہ پڑھنے کے فوراً بعد دعا ذکر ہے کیونکہ اصول فقہ میں یہ طے ہے کہ "ف" "تعقیب علی الفور" کیلئے آتی ہے، یہ اس کے حقیقی معنی ہیں اور کسی عقلی، عادی یا شرعی دلیل کے بغیر حقیقی معنی سے عدول جائز نہیں ہے، لہٰذا اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کیلئے اخلاص سے دعا مانگو۔ امام علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی حنفیؒ لکھتے ہیں:

"(یہ مسئلہ کہ نماز جنازہ کی تکرار نہیں ہے) اس میں ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھائی، جب حضور ﷺ جنازہ پڑھا کر فارغ ہو چکے تو اس وقت حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کے ساتھ آئے اور دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے (انہیں تکرار جنازے سے روکتے ہوئے فرمایا) "نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جائیگی لیکن میت کیلئے دعا کرو اور اس کیلئے استغفار کرو"۔

یہ اس باب میں (کہ جنازہ کی تکرار نہیں) نص ہے، ایک روایت میں ہے کہ ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے ایک نماز جنازہ نکل گئی (یعنی وہ دیر سے پہنچے پس جب وہ میت کے پاس آئے تو صرف دعائے مغفرت پر اکتفاء کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن سلام سے حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ نکل گئی۔ جب وہ آئے تو انہوں نے (جنازے پر موجود حاضرین سے) کہا کہ اگر چہ تم لوگ نماز جنازہ میں مجھ سے پہل کر چکے ہو لیکن دعا میں مجھ سے پہل نہ کرو (یعنی دعا میں مجھے بھی شریک ہونے دو)۔

ان احادیث مبارکہ سے صراحت کے ساتھ یہ ثابت ہو رہا ہے کہ عہد رسالت ﷺ وعہد صحابہؓ میں نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا کو معمول تھا۔ مبسوط سرخسی میں بھی یہ روایات موجود ہیں۔ "دعا بعد الجنازہ" کے ثبوت کا مسئلہ ہم نے دلائل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، ہم اس کے فرض واجب سنت قرار دینے کے مدعی نہیں ہیں بلکہ جواز اور استحباب کے مدعی ہیں کہ جتنے زیادہ مواقع پر اور جتنی زائد بار میت کیلئے دعا کی جائے وہ اس کے لئے مفید ہے اور خود دعا کرنے والے کیلئے بھی وسیلہ اجر ہے، لیکن اگر کوئی شخص بطور خاص نماز جنازہ کے بعد دعائے مغفرت وایصال ثواب کو خلاف سنت یا بدعت قرار دیتا ہے تو وہ عدم جواز کی دلیل پیش کرے۔ اصولاً بار ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ کہاں اور کب حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ اس کے برعکس روایات وآثار سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

عمر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت علیؓ کے ساتھ یزید بن مکفف کی نماز جنازہ پڑھی، انہوں نے ان پر (جنازے کی) چار تکبیرات پڑھیں، پھر چلیں یہاں تک کہ میت کے قریب آ گئے اور عرض کیا "اے اللہ! (یہ) تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا فرزند ہے، آج تیرے حضور حاضر ہے، تو اس کے گناہوں کو معاف فرما، اس کی قبر کو اس کیلئے وسیع فرما، ہم اس کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے اور تو اس (کے حال) کو بہتر جانتا ہے"۔

اب ان لوگوں کو جواب دینے کیلئے ہمارے پاس کوئی معقول جواب نہیں۔ مہربانی کر کے ہماری اس سلسلے میں مدد فرمائیں ورنہ ہمارے گاؤں کے نوجوانوں نے جو محنت کی ہے وہ سب ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے۔

(شاہنواز بلوچ۔ گڈاپ ملیر۔ کراچی)

جواب

نماز جنازہ خود دعا ہے، اس کے بعد اجتماعی دعا کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں۔ احادیث مشہورہ سے اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا نماز جنازہ پڑھنا صرف سلام پھیرنے تک منقول ہے، اس کے بعد دعا کا ذکر کہیں منقول نہیں، لہٰذا یہ ناجائز اور بدعت ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔ چنانچہ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کو جاننے اور سمجھنے والے فقہائے کرام رحمہم اللہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں اسے بدعت اور ناجائز قرار دے کر اس سے منع فرمایا ہے۔ ذیل میں چند مشہور فقہائے کرامؒ کی عبارات نقل کی جاتی ہیں:

﴿۱﴾ : قال شمس الائمة السرخسي رحمه الله عليه : ولمقصود بالصلوٰة على الجنازة الا ستغفار للميت والشفاعة له.... لان هذه ليست بصلوٰة على الحقيقة، انما هي دعا و استغفار للميت .(المبسوط : ۲ / ۶۴).

﴿۲﴾ وفي المرقدة شرح المشكوٰة : ولا بدعو للميت بعد صلاة الجنازة، لانه يشنه الزيادة في صلاة الجنازه.(مرقاة المقاتيح شرح مشكوٰة المصابيح : ۴ /۱۷۰).

﴿۳﴾ وقال العلامة النسفي رحمه الله في كنز الدقائق : وهي اربع تكبيرات بثناء بعدا لاولىٰ ، وصلوٰة على النبي ﷺ بعد الثانية و دعا بعد الثالثة.

قال العلامة ابن نجيمؒ تحت قوله : (دعا بعد الثالثه) و قيد بقوله بعد الثالثة : الانه لا يد عو بعد التسليم كما في الخلاصة . (البحر الرائق : ۲ / ۱۸۳)

﴿۴﴾ قال العلامة طاهر بن عبد الرشيد البخاري رحمه الله : ولا يقوم بالدعا ء بعد صلوٰة الجنازه ... ولا يقوم بالدعاء في قرائة القرآن لأهل الميت بعد الصلوٰة الجنازة و قبلها . (خلاصة الفتاوىٰ : ۱ /۲۲۵).

﴿۵﴾ وفي الفتاوىٰ النزازية : لا يقوم باالدعاء بعد صلاة الجنائز : لأنه دعا مرة لأن اكثرها دعاء (الفتاوىٰ البزازية على الهامش الهندية : ۴ /۸۰).

جنازہ کے بعد مروج دعاء کے مستحب ہونے پر مسلکہ فتویٰ میں دو قسم کے دلائل دیے گئے ہیں:

﴿۱﴾۔ یہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ ہر چیز میں اصل جواز اور اباحت ہے منع کرنے کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، جب منع کی کوئی دلیل نہ ہو تو اصل کے اعتبار سے ہر چیز جائز ہے، اس قاعدے میں جنازے کے بعد مروج دعا بھی شامل ہے، لہٰذا یہ بھی جائز ہے۔

﴿۲﴾ بعض احادیث اور بعض آثار صحابہؓ سے ثابت ہوتا ہے کہ جنازے کے بعد میت کیلئے دعا مستحب ہے، لہٰذا اب عدم جواز کا بارِ ثبوت عدم جواز کے قائلین پر ہے۔

ہم قدرے تفصیل سے دونوں قسم کے دلائل کے جوابات تحریر کرتے ہیں۔

پہلی دلیل کا پہلا جواب:

جو حضرات اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں کہ چیزوں میں اصل باحت اور جواز ہے ان کے کلام میں غور کرنے سے

واضح ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ عبادات میں جاری نہیں ہوتا، یہ قاعدہ اموال، امور عادیہ، اور کھانے پینے کی چیزوں کے متعلق ہے عبادات کے متعلق اصل قاعدہ یہ ہے کہ جو عبادات جس طریقے سے ثابت ہو وہ جائز ہوگی اور جو چیز ہوگی اور جو چیز بطور عبادات رسول ﷺ، صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی اور اس کا بطور عبادت بھی انجام دینا جائز نہ ہوگا، بعض اوقات کوئی چیز بطور عبادات تو ثابت ہوتی ہے۔ لیکن اس کے لئے خاص وقت یا خاص جگہ یا کیفیت کی تعین کا ثبوت نہیں ہوتا تو ایسی عبادت کیلئے اپنی طرف سے ان چیزوں کی تعیین و تخصیص بھی ناجائز ہوگی، کسی غیر ثابت چیز کو بطور عبادات انجام دینے یا کسی ثابت شدہ عبادت میں اپنی طرف سے کیفیات و اوقات کی تعیین و تخصیص کو شریعت کی اصطلاح میں ''بدعت'' کہتے ہیں، جو باجماع امت حرام اور گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ علامہ ابو اسحاق شاطبیؒ فرماتے ہیں:

" لا يصح ان يقال فيما يتعبد به : انه مختلف فيه على قولين : هل هو على المنع ام على الاباحة... لان التعبديات انما وضع الشارع ، فلا يقال في صلوٰة سادسة مثلا انها على الاباحة ، فللمكلف وضعها على احد القلين ، ليتعبد بها الله ، لانه باطل باطلاق '.

(الاعتصام:۱/۳۰۱)

ترجمہ: عبادات کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ ان کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اصل کے اعتبار سے (دلیل آنے سے پہلے) ممنوع ہیں یا مباح، کیونکہ عبادت کو شارع (اللہ اور اس کے رسول ﷺ) ہی نے مقرر کیا ہے (اور جو شریعت میں ثابت نہ ہو وہ عبادت نہیں ہوگی بلکہ ناجائز اور حرام کام ہوگا) فرض کیجئے کہ اگر کوئی شخص چھٹی نماز ایجاد کرے تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اصل اباحت ہے کہ اصول سے یہ کام اس کے لئے جائز ہے اور اس کو اس طرح ایجاد کا حق ہے بلکہ اس کا یہ فعل مطلقاً باطل (اور شرعی رو سے قطعاً ناقابل اعتبار ہے) ہے۔

اور یہ اصول جو علامہ شاطبیؒ کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عبادت جب تک ثابت نہ ہو اسے عبادت نہیں کہا جا سکتا، نیز کسی عبادت کا خاص وقت و کیفیت جب تک ثابت نہ ہو تو اسے عبادت (مستحب یا بہتر) قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہ باطل ہوگا، یہ اصول انتہائی قوی ہے اور سب علماء و فقہاء کے ہاں مسلم ہے درج ذیل عبارت اس اصول پر واضح دلیل ہے:

(۱) والمتابعة كما تكون في الفعل تكون في الترك ايضا ، فمن واظب على فعل لم يفعله الشارع فهو مبتدع. (مرقاۃ:۱/۴۱)

(۲) عن ابي عمر رضي الله تعالىٰ عنه : ان رفعكم ايديكم بدعة ، مازاد رسول الله ﷺ على هذا يعني الى الصدر. (مسند احمد:۲/۶۱)

(۳) والزيادة على ثمان ركعات ليلا و على اربع ركعات نهارا مكروه بالاجماع. (

منیۃ المصلی: ص۱۰۲)

(۴) وقال الکاسانیؒ فی تعلیله : یکره لان الزیادة علی هذا لم تروعن رسول الله ﷺ . (بدائع:۱ /۲۹۵)

(۵) وقال المرغینانیؒ : و دلیل الکراهة انه علیه السلام لم یزد علی ذلک ، ولو لا الکراهة لزاد ، تعلیما للجواز . (ھدایۃ :۱ /۱۲۷)

(۶) وفی الهدایة : ویکره ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانه علیه السلام لم یزد علیهما مع حرصه علی الصلوٰة.(ھدایۃ:۱ /۱۵۳)

(۷) ولیس فی الکسوف خطبة، لانه لم ینقل . (ھدایۃ:۱/۱۵۶)

(۷) ولا یتنفل فی المصلی قبل الصلوٰة العید ، لانه النبی ﷺ لم یفعل ذلک مع حرصه علی الصلاة . (ھدایۃ:۱ /۱۵۳)

(۸) قراءة الکافرون الی الآخر مع الجمع مکروهة ، لانها بدعة لم ینقل ذلک عن الصحابة والتابعین . (ھندیۃ:۴ /۲۶۴)

(۹) وقالوا فی کراهیة صلوٰة الرغائب : الان الصحابة والتابعین ومن بعد هم لم تنقل عنهم فهی بدعة. (کبیری :ص۴۳۲،شامیۃ: ۲/۲۶)

عبارات بالا سے درج ذیل امور ثابت ہوئے:

۱۔ حضور ﷺ کی اتباع جیسا کہ کرنے میں ہوتا ہے اسی طرح نہ کرنے اور کسی چیز کہ چھوڑنے (کہ کوئی مانع نہ ہوتے ہوئے بھی انہوں نے بطور عبادت اسے نہ کیا ہو) میں بھی لازم ہے۔

۲۔ حضرت ابن عمرؓ نے دعا میں سینے سے اوپر ہاتھ اٹھانے کو محض اس وجہ سے منع فرمایا اور اسے بدعت قرار دیا کہ حضور ﷺ سے ایسا کرنا ثابت نہیں۔

۳۔ فقہائے کرام نے رات کے نوافل میں آٹھ سے اور دن کے نوافل میں چار سے زیادہ رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کو بالاتفاق اس لئے مکروہ قرار دیا کہ شریعت میں اس کا ثبوت نہیں۔

۴۔ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد ماسوائے سنت فجر باقی نوافل کو صاحب ہدایہ نے اس لئے مکروہ قرار دیا ہے کہ ثابت نہیں (واضح رہے کہ طلوع صادق کے بعد نوافل سے صراحتاً حدیث میں بھی منع آیا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ابن عمرؓ کی روایت میں ہے)۔

۵۔ صلوٰۃ کسوف میں صاحب ہدایہ نے اس لئے منع فرمایا کہ منقول نہیں۔

۶۔ عیدگاہ میں عید کی نماز سے پہلے فقہاء نے اس لئے منع فرمایا کہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں۔

۷۔ آخری سورتوں کے اجتماعی طور پر پڑھنے سے فقہاء کرام نے اس لئے منع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ سے ثابت نہیں، لہٰذا بدعت اور واجب الترک ہے۔

۸۔ فقہاء نے صلوٰۃ الرغائب (رجب کے پہلے جمعہ کے دن جماعت سے پڑھی جانے والی نفل جماعت

) کو محض اس وجہ سے ممنوع فرمایا کہ صحابہ کرامؓ تابعینؒ اور سلف صالحین سے اس کا ثبوت نہیں ۔

اس طرح کی اور بھی بے شمار عبارات ہیں ان عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ عبادات میں رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا داعیہ کے باوجود کسی چیز کو چھوڑنا اور نہ کرنا اوس چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل ہے اور محدثین اور فقہائے کرام کے ہاں ایک مستقل ضابطہ اور قاعدہ ہے ۔ مذکورہ تفصیل سے واضح ہوا کہ جنازہ کے بعد مروج دعاء کو محض اس وجہ سے کہ اس سے منع نہیں فرمایا ہے جائز اور مستحب کہنا قطعاً صحیح نہیں ہے، صحیح بات یہ ہے کہ جنازے کے بعد مروج دعا چونکہ ثابت نہیں اس لئے **بدعت ، ناجائز وحرام** ہے۔

دوسرا جواب

یہ قاعدہ کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے، فقہاء کرام اور علم اصول کے ماہرین کے ہاں اتفاقی نہیں بلکہ علماء کی ایک کثیر تعداد کا قول یہ ہے کہ ہر چیز میں اصل توقف ہے، جب تک کسی جانب پر دلیل قائم نہ ہوا سے جائز یا ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ شیخ ابومنصور ماتریدی، عام محدثین اور اشعریہ سب کا یہی مذہب ہے۔(شامیہ:۴/۱۶۱)

(۱).المذهب منصور ان الاصل فی الاشياء التوقف ". (درمختار:۱ /۱۰۵)

(۲).ان الصحيح من مذهب اهل السنة ان الاصل فی الاشياء التوقف .

(حوالہ بالا :۴ /۱۶۱)

جن علماء کرام نے یہ قاعدہ (کہ اشیاء میں اصل جواز ہے) بیان فرمایا ان کے نزدیک بھی یہ شریعت آنے سے پہلے زمانے کے متعلق ہے کہ جب تک آخری شریعت نہیں آئی تھی تو افعال واقوال اور دیگر امور میں اصل اباحت تھی، لیکن شریعت نازل ہونے کے بعد یہ قاعدہ جاری نہیں ہوتا بلکہ شریعت نازل ہونے کے بعد دیکھا جائے گا کہ اس چیز کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں چنانچہ علامہ بحرالعلوم اس مسئلے پر محققانہ گفتگو کے بعد بطور خلاصہ فرماتے ہیں:

" فاذا ليس الخلاف الا فی زمان الفترة الذی اندرست فيه الشريعة بتقصير من قبلهم (الی قوله) ولعل المراد من الافعال ما عدالكفرو لحو فان حرمته فی كل شريع بتين ظهور اتاما ."

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت:۱/۴۹،۵۰)

" وفی الشامية :

فی شرح اصول لبز دوی للعلامة الاكمل : قال اكثر اصحابنا و اكثر اصحاب الشافعی : ان الاشيا ء التی يجوز ان يردو الشرع بابا حتها و حر متها ، قبل و رودها علی الاباحة و هی الاصل فيها حتی ابيح لمن لم يبلغه الشرع ان ياكل ماشاء ". (شامی:۴/۱۶۱)

شریعت کے وارد ہونے کے بعد اموال کے متعلق یہ قاعدہ ہے عبادات کے متعلق نہیں۔

فی الشامية : فی اصول البزدوی : بعدو رود الشرع الاموال علی الاباحة

بالاجماع مالم یظھر دلیل الحرمة ، لان الله تعالیٰ اباحھا بقوله : ﴿خَلَقَ لَكُم مَا فِي الأَرضِ جَمِيعا﴾. (شامی:۴/۱۶۱)

اس سے ثابت ہوا کہ مسلکہ فتویٰ میں علامہ شامی کے حوالے سے جو بات نقل کی ہے کہ ''اکثر احناف اور شوافع کے نزدیک چیزوں میں اصل بے جواز ہے''، یہ شریعت کے آنے سے پہلے کے متعلق ہے جیسا کہ خود علامہ شامی کے نقل کردہ حوالہ جات سے ثابت ہوا، شریعت کے آنے کے بعد کسی فعل کو عبادت کے طور پر جائز کہنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہوتی ہے جہاں دلیل نہ ہو وہاں عدم جواز ہی کا حکم لگایا جایا گا، البتہ اموال میں یہ قاعدہ شریعت جاری ہونے کے بعد بھی جاری ہوتا ہے۔

تیسرا جواب:

یہ بات (کہ افعال وعبادات میں اصل جواز ہے اور کسی بھی فعل کے جواز کیلئے یہ کافی ہے کہ اس سے منع ثابت نہ ہو) اگر بالفرض مان بھی لی جائے تب بھی آج کل جنازے کے بعد جو مروج دعا ہے اس کو جائز نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ شریعت کا یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ وہ مباح بلکہ مستحب چیز جس کو لوگ لازم سمجھنے لگیں وہ ناجائز وحرام بن جاتی ہے اور آج کل جنازے کے بعد مروج دعا کو بھی لوگ لازم سمجھتے ہیں، نہ کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں، جیسا کہ خود مسلکہ فتویٰ کے سوال میں سائل کے انداز سے ظاہر ہے:

''بعض لوگ عوام کو علی الاعلان یہ کہہ کر گمراہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔جو لوگ علی الاعلان اسے ناجائز کہہ کر عوام کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟''۔

اس سے واضح ہوا کہ سائل اور اس جیسے جتنے لوگ بھی یہ دعا کرتے ہیں وہ اسے لازم سمجھتے ہیں، نہ کرنے والوں کو گمراہ کہتے ہیں اور مختلف برے القاب سے یاد کرتے ہیں، ان سارے امور کے باجود مسلکہ فتویٰ میں ''مفتی صاحب'' نے اس کو جائز ہی کہا ہے۔ ایسے مفتیوں پر یہ قول سو فیصد صادق ہے۔:

'' من جھل باھل زمانه فھو جاھل ''.

....

قال الحلبی فی شرح المنیة : " وما یفعل بعد الصلوة فمکروہ ، لان الجھال یعتقد ونھا سنة او واجبة ، وکل مباح یودی الی ھذا لمکروہ. " (ص:۶۱۷)

ترجمہ: علامہ حلبیؒ فرماتے ہیں کہ نمازوں کے بعد جو لوگ سجدہ شکر کرتے ہیں تو یہ مکروہ ہے اس لئے کہ جاہل لوگ اس اجتماعی ہئیت کو سنت یا ضروری سمجھتے ہیں اور ہر مباح چیز جب اس کو سنت یا لازمی کا درجہ دے دیا جائے وہ مکروہ بن جاتی ہے۔

قال ابو معاویة و رکیع عن الاعمش عن عمارة عن الاسود قال ، قال عبد الله : لا یجعلن احد کم للشیطان نصیبا من صلوته ان یریٰ ان حقا علیه ان لا نصرف الاعن یمینه . اکثر مارایت رسول الله ﷺ نیصرف عن شماله ." (ضیاء النور احالیہ علی مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۲۰۶)

علامہ طیبی شرح مشکوۃ میں اس حدیث کی تشریح فرماتے ہیں:

" من اصر علی امر مندوب و جعله عزما و ثم یعمل بالر خصة فقد اصاب منه الشیطان باالاضلال فلیک من اصر علی بدعة اومنکر ".

یعنی مستحب چیز پر ایسے اہتمام سے عمل کرنا کہ اس کو لازم کا درجہ دے دیا جائے یہ شیطان کی گمراہانہ چال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ کارِخیر اور باعث ثواب۔

حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص نماز سے فارغ ہونے کے بعد دائیں طرف گھومنے کو اپنے اوپر لازم سمجھ کر شیطان کو نماز میں حصہ نہ دے، کیونکہ (دائیں طرف گھومنا اگر چہ افضل ہے لیکن) نبی کریم ﷺ سے بائیں طرف گھومنا بھی ثابت ہے۔

علامہ کاسانیؒ کے حوالہ سے جو روایت نقل کی گئی ہے اس میں صرف اتنا ہے کہ

''میت کیلئے دعا کرو اور اس کیلئے استغفار کرو'' اس سے جنازے کے فوراً بعد اجتماعی دعا کہاں ثابت ہے؟ اس میں تو صرف میت کیلئے دعا و استغفار کرنے کا حکم ہے، اس سے کون انکار کرتا ہے؟ ہر شخص ہر وقت انفرادی طور پر یہ کرسکتا ہے

علامہ کاسانیؒ خود فرماتے ہیں:

" ولیس فی ظاهر المذهب بعد التکبیرة الرابعة دعاء سوی السلام ".

(بدائع: ۲/۳۲۴)

سوا گران کے نزدیک سلام کے بعد دعا مستحب ہوتی تو ضرور اس جگہ اس کا ذکر فرماتے۔ عمیر بن سعید کے حوالہ سے حضرت علیؓ سے جو میت کیلئے دعا کرنا منقول ہے تو اس سے بھی مروجہ دعا ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس سے انفرادی دعا کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ''جب تم میت پر نماز پڑھ چکو تو اخلاص کے ساتھ اس کیلئے دعا کرو'' کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کا بھی مروج دعا سے کوئی واسطہ نہیں، اس حدیث میں مذکورہ دعا سے نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعا مراد ہے۔ مطلب یہ کہ تم نماز جنازہ کے اندر میت کیلئے دعا جو پڑھتے ہو وہ مکمل اخلاص قلب کے ساتھ پڑھا کرو۔ اس کے علاوہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دعا کہ الفاظ اگر چہ عام ہیں لیکن تم دل میں اس دعا کو میت کیلئے خاص کیا کرو۔ مشکوۃ المصابیح کے مشہور شارح ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے تحت یہی تشریح فرمائی ہے اور ان سمیت کسی محدث نے بھی اس سے جنازے کے بعد مروج دعا مراد نہیں لی بلکہ ملا علی قاریؒ نے حافظ ابن حجر شافعیؒ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جانے والی دعا ہے۔ ملا علی قاریؒ چند صفحات کے بعد ایک دوسری حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

" ولا یدعو للمیت بعد صلاة الجنازه، لأنه یشبه الزیادة فی صلاة الجنازه ".

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح: ۴/ ۱۶۱،۱۷۰)

یعنی نماز جنازہ کے بعد میت کیلئے دعا نہ مانگے، کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

اسی طرح بذل المجہود شرح ابی داؤد میں بھی اس حدیث کی تشریح میں یہی لکھا گیا ہے کہ نماز جنازہ پڑھتے ہوئے میت کیلئے نہایت اخلاص سے دعا کرو۔ (بذل المجہود: ۱۴/ ۱۷۰)

علاوہ ازیں اس حدیث کو امام ابوداؤد نے "باب الدعا للمیت" اور صاحب مشکوۃ نے "باب المشی باالجنازہ و صلاۃ علیھا" میں نقل فرمایا ہے، اور اس کے بعد ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں نماز جنازہ کے اندر پڑھی جانے والی دعائیں مذکور ہیں۔ ان حضرات کے اس صنیع سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں بھی دعا سے جنازے والی دعا مراد ہے نہ کہ الگ سے کوئی خودساختہ دعا۔

مبسوط سرخسی کے حوالے سے عبداللہ ابن سلامؓ سے جو قول مذکور ہے اسی طرح عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ سے جو روایات منقول ہے ان سب کا جواب یہ ہے کہ ان روایات کا مروجہ اجتماعی دعا سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ امام سرخسیؒ نے ان روایات کو دعا بعد الجنازہ کے اثبات کیلئے ذکر نہیں فرمایا بلکہ وہ ان آثار سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب ایک دفعہ نماز جنازہ (جو درحقیقت دعا و استغفار ہی ہے) پڑھ لی گئی تو بعد میں آنے والوں کیلئے دوبارہ پڑھنا جائز نہیں، بلکہ مخصوص دعا (نماز جنازہ) فوت ہوجانے کی صورت میں انہیں صرف دعا اور استغفار کرنا چاہئے جیسا کہ خود علامہ سرخسیؒ ان روایات کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:

"والمعنی فیہ ان حق المیت قد تادی بفعل الفریق الاول فلو فعلہ الفریق الثانی کان تنفلا بالصلوۃ علی الجنازۃ وذالک غیر مشروع". (مبسوط: ج۲:ص ۶۷)

تو اس سے کیسے ثابت ہوگیا کہ جو لوگ نماز جنازہ میں شریک ہوں وہ جنازے کے اختتام پر اجتماعی حالت میں دعا کریں؟ نیز ان آثار میں یہ بھی مذکور نہیں کہ یہ حضرات نماز جنازہ ہونے کے کتنی دیر بعد تشریف لائے؟ دفن سے پہلے یا دفن کے بعد، پھر اسی دن یا کچھ دن بعد؟ تو ان کی اس دعا سے جس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ کب ہوئی، نماز جنازہ کے متصل بعد کی جانے والی دعا کے اثبات پر استدلال کیسے صحیح ہوگا؟ اگر یہ دفن کے بعد کا قصہ ہے تو اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ دفن کے بعد انفرادی طور پر دعا کرنا جائز ہے اور ان افراد نے بھی انفرادی دعا ہی کی ہے نہ کہ آج کل کی مروج دعا کی طرح اجتماعی دعا جیسا کہ صاحب بدائع کی عبارت سے ظاہر ہے:

"وروی ان ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنھما فاتتھما الصلوۃ علی الجنازۃ فلما حضرا ما زادا علی الاسغفار لہ (بدائع الصنائع: ج۲:ص ۳۳۸)

یہی مطلب عبداللہ ابن سلامؓ کے اس قول "ان سبقتمونی بالصلوۃ علیہ فلا تسبقونی بالدعا لہ" کا بھی ہے یعنی عبداللہ ابن سلام فرما رہے ہیں کہ اگر نماز جنازہ (مخصوص دعا) میں آپ لوگ مجھ سے بازی لے گئے کہ تم نے پڑھ لی اور میں شامل نہیں ہوسکا اور اس کا اعادہ بھی ممکن نہیں تو نفس دعا مغفرت میں تم مجھ سے سبقت نہیں لے جاسکتے، کیونکہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ تم کرسکو اور میں نہ کرسکوں بلکہ یہ دعا تمہاری طرح میں بھی کرسکتا ہوں اور میں کثرت سے ایسی پرخلوص دعا کروں گا کہ اس کی تلافی ہوجائے گی اور اس میں تم مجھ سے ہرگز سبقت نہیں لے

جا سکتے۔عربیت کے قواعد سے وقف شخص پر اس قول کا یہ مطلب مخفی نہیں رہ سکتا کیونکہ ایسا کلام ایسے معنی عرب کے ہاں عام طور پر استعمال ہوتا ہے مشہور عرب شاعر مؤمل بن امیل کہتے ہیں:

"حسب المحبين في الدنيا عذابهم تالله لا عذبتهم بعد ها سقر"

اس کے معنی ہیں:

''كفى المين العاشقين ما يلقونه من عذاب في حياتهم ، اقسم بالله جل و علا انهم لن يلقوعذابا في جهنم (مغنی اللبیب:ج۱:ص۱۷۱)

لہذا اس اثر کا بھی نماز جنازہ کے بعد مروج دعا کے بعد کوئی تعلق نہیں بلکہ اس سے صرف انفرادی دعا ثابت ہوتی ہے اور انفرادی دعا کے تمام اہل السنّت والجماعت قائل ہیں۔ان روایات کے علاوہ بھی مبتدعین عام لوگوں کا ذہن خراب کرنے کیلئے من گھڑت دلائل پیش کرتے رہتے ہیں جو یا تو سند کے اعتبار سے قابل استدلال نہیں ہوتے بلکہ بعض ضعیف اور اکثر موضوع ہوتے ہیں یا ان کا مروج دعا سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ ان میں مطلق دعا یا عبادت کی فضیلت کا بیان ہوتا ہے،جس سے ہیر پھیر کر کے مروج دعا کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے،لیکن اہل علم اور ان سے تعلق رکھنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ اس طرح کی ضعیف اور موضوع روایات سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔

اسی طرح مطلق اور عام دلیل سے کسی مخصوص دعویٰ کو ثابت کرنا شرعاً وعقلاً کسی طرح بھی درست نہیں ،بلکہ خاص دعویٰ کو ثابت کرنے کیلئے دلیل کا خاص ہونا ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسول ﷺ،صحابہ کرامؓ اور خیر القرون کے زمانے سے نماز جنازے کی جو کیفیت منقول ہے،اس میں سلام کے بعد اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں۔پس ان قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں نماز جنازہ کی جو شکل موجود تھی اسی پر عمل کی جائے اور اس پر ہونے والی زیادتی کو رسول ﷺ کے ارشاد:''من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو رد ''اور'' فان كان محدثة بدعة'' اور'' و كل بدعة ضلالة ''کی روشنی میں مردود اور گمراہی ٹھرا کر رد کیا جائے۔والله الهادی الیٰ سبیل الرشاد والهدیٰ

شیر اور مرغ کی دوستی

ایک مرغ اور شیر کی دوستی تھی شیر نے کہا اگر کبھی ''گیدڑ'' تنگ کرے تو درخت پر چڑھ کر اذان دے دینا میں آجاؤنگا۔ایک دن گیدڑ کو آتا ہوا دیکھ کر مرغ نے درخت پر چڑھ کر اذان دی نیچے گیدڑ کھڑا تھا اس نے کہا نیچے آجاؤ جماعت کروائیں،مرغ نے کہا صبر کرو امام کو آنے دو۔تھوڑی دیر بعد ''شیر'' آگیا تو گیدڑ بھاگا مرغ نے کہا دوست آجاؤ جماعت کرائیں،امام آگیا۔گیدڑ نے کہا:

''دیوبندی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی''

شیعت کا ترجمان کون؟

فاتح بریلویت حضرت مولانا ابوایوب قادری صاحب

مولوی محمد علی بریلوی بانی جامعہ رسولیہ شیراز یہ لکھتے ہیں کہ:

''موجودہ دور کے بعض سنی مصنفین وواعظین کا جائزہ لینا اشد ضروری ہے کیونکہ ان کی تصنیفات اور وعظ ایسی باتوں سے بھرے پڑے ہیں جو مسلک شیعت کی تائید و ترجمانی کرتی ہے''۔ (میزان الکتب: ص ۵۷۹)

بریلوی عالم افتخار الحسن زیدی کی کتاب ''خاک کربلا'' کے متعلق لکھتے ہیں:

''محرم الحرام کے دوران ہمارے کچھ سنی واعظین شہادت کے موضوع پر ایسا دردناک سماں باندھتے ہیں کہ شیعہ ذاکرین کو بھی پیچھے چھوڑ دیتے ہیں''۔ (میزان الکتب: ص ۵۸۰)

آگے لکھتے ہیں ان غیر محتاط واعظین نے مسلک اہلسنت کی حقانیت کو سخت نقصان پہنچایا''۔ (میزان الکتب: ص ۵۸۰)

زیدی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اگر آپ کو آسمان سے جبرائیل بھی روکتا تو نہ رُکتے (کربلا کی طرف سفر سے)''۔ (خاک کربلا: ص ۲۱۳)

مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ بات انہوں نے محض واعظانہ رنگ اور قصہ خوانی انداز میں لکھ دی ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ایمان کیلئے خطرہ ہے''۔ (میزان الکتب: ص ۵۸۵)

صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی صاحب بریلوی نے سیدہ صغری کو سیدنا امام حسینؓ کی صاحبزادی قرار دے کر بچی ہونے کی وجہ سے ان کا مدینہ میں ٹھرنا لکھا اور وہاں مدینہ طیبہ میں ان کی آہ و فغاں فریادیں دھاڑیں وغیرہ لکھیں حالانکہ یہ سب من گھڑت اور جھوٹی کہانیاں ہیں۔ اس واقعہ اور قصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الحدیث مولوی محمد علی بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''صاحبزادہ صاحب نے اس دردناک انداز سے لکھا کہ شیعہ ذاکر بھی اسے پڑھ کر آنسو بہانا شروع کر دیں''۔ آگے لکھتے ہیں:

''واقعہ کربلا کے بیان میں سنی واعظین اور شیعہ ذاکرین دونوں کا مقصد واحد رلانا پٹانا ہے''۔ (میزان الکتب: ص ۵۸۶)

آگے لکھتے ہیں:

""اس واقعہ کو جس طرح صاحبزادہ صاحب نے تحریر کیا ہے بشرطیکہ کوئی ثقہ عالم نہ ہو تو بغیر ماتم کئے نہ رہ سکے"۔(میزان الکتب۔ص ۵۹۷)

یہی واقعہ مفتی حبیب سیالکوٹی بریلوی نے بھی نقل کیا ہے جس پر بریلوی زعماء کی تقریظیں ہیں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی بزرگ لکھتے ہیں کہ:

""آج کل کے سنی واعظین کے محرم کی تقریروں کی کامیابی کیلئے سیدہ صغری بنت حسین کا من گھڑت واقعہ زینت بنا ہوا ہے"۔(میزان الکتب۔ص ۵۹۸)

آگے اس واقعہ کا خلاصہ بیان کر کے مفاسد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

""خلاصہ صغری بچی تھی جس کو امام عالی مقام بچی ہونے کی وجہ سے چھوڑ گئے تھے وہ ہر وقت روتی رہتی ہر کوفہ جانے والے کو اپنا دروناک حال سناتی اپنی داستان پیش کرتی وہاں جانے کی تمنا کرتی اور ایسے درد بھرے الفاظ کہتی کہ ہر سننے والا رونے لگتا اور کہتی یہاں مجھ غریب کا پوچھنے والا کوئی نہیں میں اکیلی غموں کی پہاڑ میں پھنسی ہوئی ہوں وغیرہ وغیرہ یعنی مدینہ منورہ میں جس قدر صحابہ کرام اور اہل بیت کے افراد تھے ان میں کسی کو اس بچی پر ترس نہ آتا نہ اس کا کوئی پرسان حال ہوتا۔ الخ"۔(میزان الکتب۔ص ۶۰۲)

اگر یہ واقعہ سچا ہے تو پھر صحابہ کرام اور اہل بیت پر بدگمانی اور بداعتمادی ہوگی جو بریلوی علماء ثابت کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔ افتخار الحسن بریلوی کے متعلق بریلویوں کے جید عالم لکھتے ہیں کہ:

""افتخار الحسن نے اپنی اس کتاب میں جو کربلا کے دسویں رات کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں نوحہ خوانی اور مرثیہ خوانی کے ذریعے خوب رلانے پٹانے کی کوشش کی ہے"۔(میزان الکتب۔ص ۶۱۸)

حالانکہ ابوداود شریف میں نوحہ کرنے والوں اور والیوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اور نبی پاک ﷺ نے مرثیوں کے لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے مگر شیعہ حضرات کو یہ بات قبول نہیں اور یہ بناپتی سنی جو کہ شیعہ ہیں یہ نوحے اور مرثیوں پر کتابیں لکھ رہے ہیں فیا اسفا۔ یہی واقعہ بڑی دلسوزی اور رنگینی کے ساتھ بریلوی عالم مولوی نوری قصوری نے "یاران تقریراں" میں اور مولوی شمس بریلوی جو کہ "منظر الاسلام" میں استاذ تھا اس نے "مرقع شہادت" میں اور مولوی صائم چشتی بریلوی نے بھی "شہید ابن شہید" میں نقل کیا ہے۔ تاکہ اس کو پڑھنے والوں میں غم حسینؓ پیدا کیا جائے اور رونے رلانے کی فضاء قائم ہو۔ بریلوی شیخ الحدیث نے حق گوئی کرتے ہوئے اس جید بریلوی بزرگ صائم چشتی کے بارے میں لکھ دیا:

""صائم چشتی کی ایک اور تصنیف "مشکل کشا" ہے جو حضرت علی المرتضیٰؓ کی سوانح پر لکھی گئی ہے اس کتاب میں صائم چشتی نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق انہی عقائد ونظریات کا پرچار کیا جو رافضیوں کے ہیں"۔ (میزان الکتب۔ص ۶۳۱)

آگے لکھتے ہیں:

""شہید ابن شہید خاک کربلا کی طرح من گھڑت داستانوں ور حدود شرعیہ کو پامال کرنے والے جملوں سے اٹی پڑی ہے"۔

بریلوی بزرگ صائم چشتی نے ''شہید ابن شہید'' میں یہاں تک لکھ دیا

''سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی تھی بال بکھرے ہوئے۔۔الخ۔صابروں کا امام بھی یہ منظر دیکھ کر تڑپ کر رہ گیا حوصلہ کر کے آگے بڑھے بہن کی گری ہوئی چادر کو اٹھایا علی کی بیٹی کا سر ڈھانپ دیا جناب سکینہ کو گود میں لیا۔۔۔۔فرمایا بیٹی سکینہ اٹھو جلدی کرو آخری ملاقات کر لو آخری بار بار بابا کے سینے سے تو لپٹ جاؤ''۔

(شہید ابن شہید:ص ۳۱۵_۳۱٦)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بریلوی عالم لکھتے ہیں:

''سیدہ زینب کے سر سے چادر اتری ہوئی اور ان کے بال بکھرے ہوئے تھے'' کیا خاندان رسالت کی عظیم شاہزادی کا یہ عمل قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے صراحۃ خلاف نہیں۔۔۔گویا صائم فیصل آبادی اس بے بنیاد عبارت سے سیدہ زینب رضی اللہ تعالی عنہا کو قرآن وحدیث کے احکام کے خلاف عمل کرنے والی ثابت کرنا چاہتا ہے''۔(میزان الکتب:ص ٦۳۴)

آگے لکھتے ہیں:

''سکینہ کو گود میں لینا۔۔۔امام عالی مقام کی طرف انہیں منسوب کرنا کس قدر بے باکی اور گستاخی ہے۔۔۔سیدہ سکینہ کوئی بچی نہیں کہ انہیں سینے سے لپٹ جانے کا کہا جائے انہیں بچی کہنا اور گود میں لینے کی بات کرنا قطعا من گھڑت ہے آپ شادی شدہ ہیں اور ان کے خاوند عبداللہ بن حسین یہ دونوں (میاں بیوی) واقعہ کربلا میں موجود تھے''۔(میزان الکتب:ص ٦۳۵)

سیدہ سکینہ کو سینے سے لگانے والی بات افتخار الحسن زیدی بریلوی نے بھی اپنی کتاب ''خاک کربلا'' میں لکھی۔ یہ پورا واقعہ نقل کر کے بریلوی شیخ الحدیث نے یہ فیصلہ دیا کہ یہ سب باتیں اور مکالمہ بازی افتخار الحسن صاحب کی اختراعی ہے اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو بہت سی گستاخیوں سے بھری پڑی ہے''۔(میزان الکتب:ص ٦۳۸)

آگے لکھتے ہیں:

''ایسے بے اصل واقعات کو رقت آمیز لہجے اور رلانے کے انداز سے بیان کر کے وہ سنیت کی نہیں بلکہ شیعت کی خدمت کرنے کے کیوں درپے ہیں''۔(میزان الکتب:ص ٦۴۰)

مولوی محمد علی نے تحقیق سے یہ ثابت کیا کہ امام حسینؓ کے پاس کربلا میں بھی سواری اونٹ تھے اور مدینہ سے چلتے وقت بھی نہ کہ گھوڑے۔

آگے لکھتے ہیں:

''افسوس ہے ایسے سنی واعظین وخطباء پر جو اہل تشیع کیلئے گھوڑے ذوالجناح کا ثبوت اپنی تقاریر میں پیش کرتے ہیں''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''ہمارے سنی حضرات در پردہ شیعوں کے گھوڑا نکالنے کی تائید کر کے ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں

''۔(میزان الکتب:ص ۶۶۴)

جبکہ بریلوی علماء نے گھوڑے پر بڑا زور دیا ہے دیکھئے کتاب ''شہادت نواسہ سید الابرار'' تا کہ ذوالجناح ثابت ہو جائے۔امام مسلمؓ کے دو بیٹوں کا قصہ بریلوی مولوی محمد شفیع اوکاڑوی نے ''شام کربلا'' میں اور مفتی جلال الدین امجدی بریلوی نے ''خطبات محرم'' میں لکھا ہے اور صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی بریلوی نے ''سوانح کربلا'' میں لکھا ہے اس پر تبصرہ محمد علی صاحب کرتے ہیں:

''امام مسلم بن عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادوں کا واقعہ بھی من جملہ ان واقعات من گھڑت میں سے ہے جسے رلانے اور لوگوں کو دھاڑیں مار مار کر آنسو بہانے کیلئے واعظین اپنے واعظوں میں ذاکرین اپنے خطاب میں اور غیر محتاط مصنف اپنی تصنیفات میں ذکر کرتے ہیں''۔(میزان الکتب:ص ۶۸۰)

بریلوی مسلک کی ریڑھ کی ہڈی ابوالحسنات قادری ہیں انہوں نے ''اوراق غم'' میں قصہ شہادت امام پاک بھی لکھا ہے اس کتاب کے متعلق بھی بریلوی بزرگ کی سنئے:

''اوراق غم میں بہت سی باتیں واعظانہ رنگ میں لکھ دیں جو عقائد اہلسنت کو مجروح کرتی ہیں''۔ (میزان الکتب:ص ۲۷)

بریلوی عالم ابوالحسنات قادری نے اپنی کتاب اوراق غم میں یہ لکھا ہے کہ امام حسینؓ نے سیدنا حسن کے صاحبزادے قاسم کو یعنی اپنے بھتیجے کے ساتھ اپنی دختر کا نکاح کر دیا۔(ملخصاً۔اوراق غم:ص ۲۴۹) جبکہ ایک بریلوی بزرگ یوں کہتے ہیں:

''ابتداء شیعہ ذاکرین نے پیسے بٹورنے کی خاطر رونے پیٹنے کے واقعات گھڑے پھر زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ من گھڑت واقعات کتابوں میں لکھے جانے لگے انہی واقعات میں سے ایک واقعہ قاسم کی میدان کربلا میں شادی کا واقعہ بھی ہے اسی طرح ہر آنے والے نے من گھڑت واقعہ میں مزید اضافہ کیا اور بات کا بتنگڑ بنا دیا پھر شیعوں کی کتابوں مثلاً فاضل کاشفی سے جھوٹے واقعات اہل واعظین اسی غرض کے پیش نظر بیان کرنے اور لکھنے شروع کر دئیے اور یوں ان نادانوں نے نادانستہ شیعوں کے اصول کو مضبوط کرنے میں بہت کردار ادا کیا اور خوب دنیا کمائی ان سنی واعظین نے مسلک اہلسنت کو نقصان عظیم پہنچایا شیعہ ذاکرین کی جگہ اب ان سنی واعظین نے لے لی''۔(میزان الکتب:ص ۷۲۹)

قارئین کرام! آپ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ اس دور میں ماتمی جلوس اور نوحہ خوانی و مرثیہ خوانی وغیرہ تمام برے کاموں کی اعانت بریلوی حضرات کر رہے ہیں اور یہ بات ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ ان کے ہم مسلک مولوی محمد علی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے اور پر کئی ثبوت بھی پیش کئے ہیں۔اور ظلم بالائے ظلم تو یہ ہے کہ یہ بریلوی یہاں تک بھی لکھنا شروع ہو گئے کہ غم حسین میں رونے کا ثواب ذبح اسمٰعیل علیہ السلام پر جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملا تھا اتنا ملتا ہے۔(اوراق غم) معاذ اللہ۔تو پھر کیوں نہ سارا مسلک ہی غم کی تصویر بنے یہ سب مہربانی ان رضاخانی حضرات کی ہے حالانکہ شریعت مطہرہ تو صبر کا حکم دیتی ہے نہ کہ ماتم، تعزیہ و ذوالجناح کا۔اور ہمیں آفتاب کے چمکنے سے زیادہ اس بات پر یقین ہے کہ امام عالی مقام سید شباب اہل الجنۃ کے

مصداق نے کربلا کے میدان میں صبر تحمل و حوصلہ کا مظاہرہ کیا اور کسی قسم کے غیر شرعی کام کا ان سے یا ان کے گھر والوں سے اس کا صدور ہمیں تسلیم نہیں بلکہ انہوں نے صبر کر کے انسانیت کو صبر کا عملی نمونہ دکھایا۔

مگر رضا خانی حضرات کو یہ باتیں قبول نہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ بریلوی عالم علامہ مقبول احمد رضوی شاہ دیول گجرات سے اپنے رسالہ "سنی شیعہ بھائی بھائی کیسے؟" لکھتے ہیں کہ ہمارے کئی تو جوان ساتھیوں کو گلہ ہے کہ بریلوی شیعہ و سنی میں فرق نہیں کرتے۔ تو ہم ان لوگوں کو دعوت دیں گے تو پھر آؤ ہمارے ساتھ چلو یہاں بحمد اللہ فرق ہے۔ اور ہم آپ کو سنت طیبہ والی پاکیزہ و مطہر زندگی سمجھائیں گے نہ کہ رسومات و بدعات والی۔ اللہ ہم سب کو رسم، رواج و بدعات سے بچائے۔ آمین۔

شر پسندوں کو لگام دی جائے......!

ملک بھر کے مختلف شہروں میں امریکی فنڈز اور حجاج کرام کے پیسے کھانے والے رضا خانیوں کی جانب سے اہل سنت کی مساجد پر حملے اور قبضے کی ہم پرزور مذمت کرتے ہیں، حکومت ایسے عناصر کو لگام دے ورنہ اہل سنت خود فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

نور سنت ترقی کی طرف گامزن

نور سنت کے صفحات بڑھانے پر بھی غور ہو رہا، امید ہے کہ قارئین اور ایجنٹ حضرات رسالہ کے ساتھ تعاون فرمائیں گے، اس بارے میں اپنی آراء بذریعہ میسج اس نمبر پر بھیجیں

0312-5860955

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کا جائزہ

(قسط ششم)

محقق اسلام حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب

نور سنت شمارہ ۴ میں احادیث کے نقل کرنے میں احمد رضا کی غلطیوں کی تعداد ۲۶ تک ہوئی تھی، شمارہ نمبر ۵ میں ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱ کے بجائے ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵ شائع ہو گیا تھا، قارئین تصحیح فرمالیں......ادارہ

(۳۲) حدیث میں لفظ ''منھم'' کا اضافہ

امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راستے میں تشریف لئے جاتے تھے ایک بد مذہب ملا۔ امام سے کہا میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں فرمایا میں سننا نہیں چاہتا اس نے کہا صرف ایک بات آپ نے چھنگلیا کے پہلے پورے پر انگوٹھا رکھ کر فرمایا ''ولا نصف کلمۃ'' آدھی بات بھی نہیں سنوں گا لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا از ایشاں منھم ہے۔

(ملفوظات: حصہ ۴: ص ۳۰۶ ـ نوری کتب خانہ)

اصل حدیث

اس جگہ احمد رضا خان نے حدیث کا کوئی حوالہ نہیں دیا اور ان لفظوں کے ساتھ ہمیں حدیث نہیں ملی سنن دارمی میں یہ روایت موجود ہے لیکن اس کے بھی صرف اتنے الفاظ ہیں:

''ان رجلا سال سعید بن جبیر عن شیء فلم یجبه فقیل له فقال ''از ایشاں''۔

(دارمی: باب اجتناب عن اهل الهواء حدیث ۳۹۹ ـ ج ۱: ص ۱۲۱)

حضرت سعید بن جبیرؒ نے فرمایا ''از ایشاں'' یہ فارسی کا لفظ ہے جس کا اردو میں معنی بنتا ہے ''ان میں سے'' اور عربی میں اس کا معنی ہے ''منهم'' حضرت سعید بن جبیرؒ نے جب یہ جواب دیا تو کسی محشی نے لفظ ''ایشاں'' کا عربی میں ترجمہ ''منهم'' لکھ دیا اور احمد رضا خان نے غلطی سے اسے بھی حدیث ہی کا جملہ سمجھ کر نوٹ کروا دیا۔

(۳۳) بنور اللہ کو من نور اللہ سے بدل دیا

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں

اتقوا فراسة المومن فانه ینظر من نور الله

مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ملفوظات: حصہ ۱: ص ۹۷ ـ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ص ۱۲۲ پروگریسو بکس لاہور)

حدیث شریف کے اصل الفاظ

حالانکہ حدیث شریف کے اصل الفاظ اس طرح ہیں

قال رسول الله ﷺ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله

(جامع ترمذی: ج ۲:ص ۶۱۴ ـ ابواب التفسیر ـ باب سورۃ الحجر حدیث ۳۱۳۸)

اس حدیث میں احمد رضا خان صاحب نے لفظ ''ب'' (حرف جارہ) کو ''من'' سے تبدیل کردیا۔ اتنی عام اور مشہور حدیث میں غلطی کرنا احمد رضا خان کے ''ضعف حافظہ'' اور کند ذہنی کی علامت ہے، اور ساتھ ہی بریلوی محدث کیلئے تازیانہ عبرت ہے جو کہتا ہے کہ احمد رضا خان کی زبان وقلم نقطہ برابر خطاء کرے خدا نے اسے ناممکن فرمادیا۔

(۳۴) حدیث ربوا میں خطرناک غلطی

حدیث میں ہے من اكل درهم ربوا وهو يعلم انه ربوا فكانما زنى بامه ستا و ثلاثين مرة ـ

جس نے دانستہ ایک درہم سود کھایا گویا اس نے چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کیا۔

(ملفوظات: حصہ دوم: ص ۲۱۳ ـ نوری کتب خانہ)

اصل حدیث

احمد رضا خان نے اس حدیث کا حوالہ نہیں دیا جبکہ مشکوۃ میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے

قال رسول الله ﷺ درهم ربوا ياكله الرجل وهو يعلم اشد من ستة وثلاثين زنية

(مشکوۃ المصابیح: ج ۱: ص ۲۴۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سود کا ایک درہم جسے آدمی سود جانتے ہوئے کھاتا ہے وہ چھتیس زنا سے زیادہ سخت ہے۔

حدیث میں کی گئی غلطیاں

(۱) احمد رضا نے اپنی نقل کردہ حدیث میں ''یاکلہ الرجل'' کا لفظ حذف کردیا۔

(۲) اور حدیث میں اپنی طرف سے لفظ ''من اکل'' کا اضافہ کردیا۔

(۳) اصل حدیث میں ''یعلم'' کا مفعول مذکور نہیں تھا لیکن احمد رضا نے ''انہ ربوا'' کو مفعول بنا کر اپنی طرف سے اس کا اضافہ کردیا۔

(۴) حضور ﷺ نے یوں فرمایا تھا:

''اشد من ستة و ثلاثين زنية''

مگر احمد رضا خان نے سوء حافظہ کی بنیاد پر اسی طرح نقل کردیا

''فكانما زنى بامه ستا و ثلاثين مرة''

ترجمہ: تو گویا اس نے اپنی ماں سے چھتیس بار زنا کیا

(۵) اصل حدیث میں "بامہ" (اپنی ماں سے) کا کوئی لفظ مذکور نہیں تھا لیکن احمد رضا خان نے حدیث میں اس جملہ کا اپنی جانب سے اضافہ کر دیا۔

(۶) رسول اکرم ﷺ کے ارشاد فرمودہ جملہ میں "اشد" مذکور تھا لیکن احمد رضا خان نے اس لفظ کی جگہ لفظ "فکانما" لکھ دیا جس سے حدیث کے معنی میں یہ تبدیلی پیدا ہوگئی کہ:

نبی اکرم ﷺ تو سود کے ایک درھم کو چھتیس زنا سے زیادہ سخت (گناہ کا باعث) قرار دے رہے تھے، اور احمد رضا خان نے سود کے ایک درہم کو چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کے برابر قرار دے دیا (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)

(۷) اور رضا خان صاحب نے ترجمہ بھی حدیث کے انہی الفاظ کا کیا ہے جو اس نے نقل کئے تھے جس سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ یہ غلطی کسی کاتب یا ناشر وغیرھما کی نہیں بلکہ خود احمد رضا خان کی ہے ایک ہی حدیث میں اس قدر غلطیوں سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی کہ احمد رضا خان صاحب کی تعریف میں غلو کرنے والے رضا خانی جو کہتے ہیں کہ

"احمد رضا خان کو چودہ برس کی کتابیں حفظ تھیں"

بالکل غلط اور غیر مناسب تعریف کا ارتکاب ہے جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں۔

(جاری ہے)

انا للہ وانا الیہ راجعون

ملک کی مشہور اور عظیم دینی درسگاہ جامعہ احسن العلوم گلشن اقبال کراچی کے قابل فخر استاذ حدیث حضرت مولانا اسماعیل صاحب کی شہادت، مولانا فیاض طارق کی دادی محترمہ، قاری غلام یاسین کے والد بزرگوار اور علامہ نور الحسن قادری کی والدہ محترمہ اور حافظ توقیر احمد کے بھائی کے انتقال پر ادارہ نور سنت ان کے غم میں برابر کا شریک ہے

جہالت عذاب ہے

از: مولانا محمد اسمٰعیل محمد ابراہیم (قطر)، مرسل: قاری غلام یسین

کسی گاؤں میں ایک نکما شخص رہتا تھا جو نکھٹو ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑا مکار بھی تھا۔ ایک روز اس نے سوچا کہ مجھے کوئی ایسا کام کرنا چاہئے جس سے مفلسی اور تنگدستی سے نجات مل جائے یہ سوچ کر وہ شہر آیا اور کسی آسان دھندے کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتا رہا، گھومتے پھرتے اس نے ایک نابینا شخص کو بھیک مانگتے دیکھا، اسے یہ کام آسان لگا۔ اس نے سوچنا شروع کیا کہ میرا یہ دھندا کیسے کامیاب ہوگا، مجھ جیسے ہٹے کٹے اور تندرست کو کون بھیک دے گا؟ کافی سوچ بچار کے بعد اس مکار کو ایک ترکیب سوجھی۔ وہ یہ کہ وہ خود کو اندھا ظاہر کرے اور شہر کے اس اندھے بھکاری کے ساتھ مل کر بھیک مانگے۔ چنانچہ وہ نابینا بھکاری سے ملا، اور کہا کہ بھائی آپ بھی آنکھوں سے معذور ہیں اور میں بھی۔ کیوں نہ دونوں مل کر یہ دھندا کریں۔ اتفاق میں بڑی برکت ہوتی ہے، اس طرح سے لوگ زیادہ خیرات دیں گے۔ جو کچھ ملے گا برابر بانٹ لیا کریں گے اندھے نے ہامی بھری اور دونوں نے بازاروں کا چکر لگانا شروع کیا۔ دن بھر بھیک مانگتے رہے جب رات ہونے لگی تو دن بھر کی کمائی تقسیم کرنے کے ارادے سے شہر سے باہر نکل گئے۔ اس نکھٹو اور مکار شخص نے سوچا کہ میرا ساتھ اندھا ہے اسے کچھ نظر تو آتا نہیں۔ میں تقسیم کے وقت تھوڑی سی رقم اسے دے دوں گا باقی خود رکھ لوں گا، ادھر اس اندھے کو بھی یہی خیال آیا، اس نے بھی ایسا ہی کرنے کا پروگرام بنایا۔

چنانچہ جب دونوں آبادی سے دور چلے گئے تو نابینا بولا یار مجھے زور کا پیشاب آرہا ہے پیشاب سے فارغ ہولوں پھر رقم بانٹ لیں گے۔ یہ کہہ کر وہ کچھ فاصلہ پر چلا گیا اور تھیلے سے رقم نکال لی تاکہ کچھ رقم چھپا لے۔ یہ نوٹوں کے ٹٹولنے اور حساب کرنے میں مصروف تھا اور وہ مکار اور نکھٹو اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ میرا اندھا ساتھی بھی وہی کچھ کرنا چاہتا ہے جو میرا پروگرام تھا۔ اس نے آندھے کو آواز دی ارے بھائی؟ کہاں چلے گئے؟ کیوں اتنی دیر لگا دی۔ اندھے نے کوئی جواب نہ دیا۔ لمحہ دو لمحہ بعد یہ مکار اور نوسرباز زور زور سے کہنے لگا کہ:

"اے اللہ میں معذور ہوں اندھا ہوں۔ دن بھر گلیوں اور بازاروں کا چکر لگاتا رہا۔ میرا ساتھ مجھے دھوکہ دیکر چلا گیا۔ کچھ معلوم نہیں وہ کس طرف نکل گیا۔ اے اللہ میں زمین پر ہاتھ مارتا ہوں

"تجھے لاجواب حافظے والے مرشد کا واسطہ"

ایک ڈھیلا میرے ہاتھ میں آجائے"۔

یہ کہہ کر اس نوسرباز نے زمین پر سے ایک ڈھیلا اٹھا لیا پھر کہنے لگا

"خدایا! میں یہ ڈھیلا پھینکنے لگا ہوں

"تجھے ہمارے امام ہکڑ خان کا واسطہ"

میرا ساتھی جہاں بھی ہو یہ ڈھیلا اس کی گردن پر لگے"۔
یہ کہہ کر اس نے اندھے کی گردن کو نشانہ بنایا اور ڈھیلا پھینک مارا۔ ڈھیلا گردن پر لگا چوٹ لگی اندھے نے گردن کو سہلایا اور اس جگہ سے تھوڑا سا ہٹ کر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ لمحہ دو لمحے گزرے ہوں گے کہ اس مکار نے پھر پہلے والے جملے بول کر زمین پر سے ڈھیلا اٹھایا اور کہا کہ:

"اے خدا! تجھے

"میرے امام و پیشوا کا واسطہ جس نے ساڑھے تین برس کی عمر میں طوائف کے سامنے
ننگا ہو کر ان پر سکتہ طاری کر دیا تھا"
میرا نشانہ خطا نہ جائے اور اب کے ڈھیلا میرے دھوکہ باز ساتھی کی کمر پر لگے"۔

یہ کہہ کر اس نے اندھے کی کمر کو تاک کر پوری قوت سے ڈھیلا مارا ڈھیلا کمر پر ہی لگا اندھے کو بڑی تکلیف ہوئی مگر لالچ کا مارا اپنی حرکت سے باز نہ آیا نوسر باز اور مکار نے پھر سے پہلے والے جملے بولے۔ زمین پر سے ڈھیلا اٹھایا اور کہا:

"اے انگر کھا توڑ بابا، تیری دہائی، تیرے آسرے پر ڈھیلا مارنے لگا ہوں میرا نشانہ خطا
نہ جائے اور میرا عیار ساتھی جہاں کہیں بھی ہو یہ ڈھیلا اس کے سر پر لگے"۔

اب اندھا بیچارا گھبرا گیا، ضعیف الاعتقاد اور جاہل اندھے کو یقین ہو گیا کہ میرا ساتھی نہ صرف یہ کہ کسی پہنچی ہوئی سرکار کے دامن سے وابستہ ہے بلکہ خود بھی پہنچا ہوا ہے۔ کیونکہ آنکھیں نہ ہونے کے باوجود اسے ڈھیلا بھی مل جاتا ہے اور پھر میرے بدن کے جس حصے کا نام لیتا ہے ڈھیلا وہیں آ لگتا ہے چنانچہ اس نے اپنے نوسر باز ساتھی سے کہا اے اللہ کے پیارے مجھے معاف کر۔ میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ مجھ سے غلطی ہوئی، میں بہت بڑی گستاخی کا مرتکب ہوا، میرے جرم سے درگزر فرما۔ آج کے بعد میں بھی آپ کا اور میری کمائی بھی آپ کی۔

پھر کیا ہوا؟ اندھا بیچارہ دن بھر اکیلا در بدر پھرتا بھیک جمع کرتا رہتا اور شام کو دن بھر کی کمائی اس نکھے نوسر باز کے قدموں میں ڈال دیتا نہ صرف یہ بلکہ رات کو کافی دیر تک اس عیار و مکار کے پیر بھی دابتا رہتا کیونکہ وہ اپنے اندھے پن کی وجہ سے اس نوسر باز و عیار کو باخدا اور پہنچی ہوئی سرکار سمجھنے لگ گیا تھا۔

جیسے آنکھوں سے محروم اس بھکاری نے ایک چالاک دھوکہ باز کو بزرگ یقین کر لیا تھا بالکل اسی طرح جو بیچارے علم کی روشنی سے محروم ہوتے ہیں اور جہالت کی تاریکی ان کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی نوسر بازوں، ٹھگوں اور عیاروں کی نیک اور اللہ والا سمجھ کر ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں پھر نوسر باز لٹیرے اور بدمعاش ایمان کے ساتھ ساتھ ان بیچاروں کی دولت بھی لوٹتے رہتے ہیں اور عزت بھی۔ اللہ تعالیٰ سادہ لوح بے علم مسلمان بھائیوں کی ایسے ڈاکوؤں سے حفاظت فرمائے انہیں علم کی روشنی نصیب کرے تاکہ وہ ٹھگوں اور خدا والوں میں امتیاز کر سکیں حقیقی اور جعلی اماموں کو پہچان سکیں۔ درود خوانوں اور درود فروشوں میں فرق کر سکیں اور اپنا ایمان، اپنی عزت اور اپنی دولت مذہبی بازیگروں کی دست برد سے محفوظ رکھ سکیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقویۃ الایمان پر ایک اعتراض کا جائزہ

ساجد خان نقشبندی

امید کرتا ہوں کہ آپ حضرات خیر خیریت سے ہونگے۔نور سنت کا تازہ شمارہ ملا پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا اللہ پاک آپ لوگوں کو اسی طرح مسلک حقہ کی ترویج کی توفیق دے آمین۔آپ حضرات کو مراسلہ بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے ہاں اہل بدعت حضرت کی طرف سے کئی دن سے یہاں مسلسل پروپگینڈا کیا جارہا ہے کہ تقویۃ الایمان میں معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام کو بے عزت اور ذلیل کہا گیا ہے۔۔کیا تقویۃ الایمان میں واقعی کوئی ایسی عبارت ہے یا یہ بھی اہل بدعت کا جھوٹ اور مکرو فریب ہے؟اور اس اعتراض کا کیا جواب ہے؟ (محمد راشد)

جواب

میرے محترم پہلے آپ تقویۃ الایمان کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے بعد انشاءاللہ فقیر اپنی معروضات عرض کرے گا:

تقویۃ الایمان کی عبارت

و اذ قال لقمان لابیه وهو یعظه یا بنی لا تشرک بالله ان الشرک لظلم عظیم

(پ۲۱ سورہ لقمان)

ترجمہ! اور فرمایا اللہ تعالی نے سورہ لقمان میں جب کہا لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو اور نصیحت کرتا تھا اس کو اے بیٹے میرے مت شریک بنا اللہ کا۔بے شک شریک بنانا بڑی بے انصافی ہے۔

ف:یعنی اللہ صاحب نے لقمانؑ کو عقل مندی دی تھی سو انھوں نے اس سے سمجھا کہ بے انصافی یہی ہے کہ کسی کا حق اور کسی کو پکڑا دینا اور جس نے اللہ کا حق اس کی مخلوق کو دیا تو بڑے سے بڑے کا حق لے کر ذلیل سے ذلیل کو دے دیا جیسے بادشاہ کا تاج ایک چمار کے سر پر رکھ دیجئے اس سے بڑی بے انصافی کیا ہوگی؟

اور یہ یقین کر لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ تعالی کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔

پہلی گزارش (تحقیق جواب)

بریلویوں کی طرف سے اس عبارت پر اعتراض محض تعصب کا شاخسانہ ہے اگر یہ لوگ مصنف کے طرز کلام اور تقریر کے رویہ کو غور اور تامل سے اور ساری کتاب کو انصاف کی رو سے دیکھتے تو ہرگز یہ اعتراض نہ کرتے۔اللہ رب العزت نے مشرکوں اور کافروں کو غور و تدبر نہ کرنے پر بارہا الزام دیا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآن اہل علم پر کچھ چھپا نہیں کہ یہ اعتراض بوگس ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تعصب،اور ضد کا علاج ہمارے پاس کچھ نہیں۔

ناکس کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے
جو کور ہو عینک سے اسے کب نظر آئے

مولنا حکیم برکات احمد صاحب (جن کو بریلوی اپنے اکابر میں شمار کرتے ہیں) نے کیا خوب کہا کہ:

"اکابر علماء کا یہ طریقہ ہے کہ جو کسی عالم کی تصنیف میں غلطی ہو جائے تو اس کو حتی الامکان بناتے ہیں اگر صحیح ہوتو فھو االمراد اور اگر وہ غلطی صحیح نہ ہو سکے تو مصنف کو برائی سے یاد نہ کرے چہ جائے کہ اس کو کافر کہیں اگر تقویۃ الایمان میں کوئی غلطی نظر آئے تو اس کو حتی الامکان تصحیح کرنا چاہئے اگر صحیح نہ ہو سکے تو اس کو چھوڑ دے مصنف کتاب کو کافر نہ کہے یہ متقدمین علماء کے خلاف ہے اگر تقویۃ الایمان سمجھ میں نہیں آتی تو اس کو نہ دیکھیں"۔

(مولانا حکیم سید برکات احمد سیرت وعلوم: ص ۱۹۰: برکات اکیڈمی کراچی ۱۹۹۳)

اہل علم پر یہ بات خوب واضح ہے کہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد اللہ تعالی کی حکمتوں اور قدرت کاملہ کو بیان کرنا ہے اور اس کے مقابلے میں مخلوق کی عاجزی ضعف اور کمزوری کو بیان کرنا ہے ۔حضرت شاہ صاحب نے اپنی بات کو بیان کرنے کیلئے جس پیرایہ کو اختیار کیا ہے وہ ہرگز کسی ولی یا نبی کی توہین پر مبنی نہیں۔ دیکھیں اللہ تعالی عیسائیوں کے فاسد عقائد کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔جن کو خدا نے عقل دی ہے وہ جانتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی والدہ معاذ اللہ قابل ہلاکت اور عذاب کے نہیں ہیں اللہ تعالی نے صرف ایسے معتقدوں کے گمان فاسد کے رد کیلئے ایسی تنبیہ اور زجر فرمائی ہے کہ وہ لوگ عقیدہ باطل سے توبہ کریں اور خدائے قہار و جبار کا حکم بجالائیں تو صاحب تقویۃ الایمان نے جاہل عوام کے گمان باطل اور زعم فاسد کا رد کیا ہے کہ جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فلاں مخلوق یا فلاں ہستی جو چاہیں سو کریں کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں وہ مختار کل ہیں خدائی اختیارات کے مالک ہیں تو ایسے لوگوں کے گمان کو رد کرتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔غور فرمائیں کہ یہاں بیان دو نسبتوں کا ہے ایک تو نسبت مخلوق کی خالق سے ہے اور دوسری نسبت ایک مخلوق کی دوسری مخلوق سے اور یہاں پہلی نسبت کا بیان ہے گویا مقصود صاحب تقویۃ الایمان کا صرف یہی ہے کہ نسبت مخلوق کے مراتب کی خالق کے مراتب کی نسبت کے ساتھ بالکل کچھ بھی نہیں ایک ذرہ برابر بھی مخلوق کا مرتبہ خالق کے مراتب کے آگے نہیں اس واسطے کے تمام مخلوق حادث محتاج ہے قدیم پیدا کرنے والے قدرت کامل رکھنے والے کی اس سے اس کو کچھ بھی مناسبت و مشابہت نہیں لیس کمثله شیء اس کی تو شان یہ ہے کہ اذا رادا شیئا ان یقول له کن فیکون پس صاحب تقویۃ الایمان کا یہ قول ہے کہ ہر مخلوق اللہ تعالی کی شان کے آگے چمارے بھی زیادہ ذلیل ہے بہت بجا اور بالکل درست ہے کیونکہ ہر موحد مسلمان کا یہی اعتقاد ہیکہ اس عزیز ذوانتقام کے آگے ہر مخلوق ذلیل یعنی نہایت ضعیف اور عاجز بے سروسامان ہے۔ یہاں ذلت کا لفظ بھی اسی لئے استعمال کیا گیا کہ اس کی نقیض عزت ہے جس کے معنی قوت اور وہ دائمی قدیمی سوائے اللہ کے کسی کو نہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں ذلت سے منزہ و مبرہ ہوں و لم یکن له ولی منٗ الذل یعنی وہ رب ایسا نہیں کہ اسے کسی ذلیل یعنی کمزور کی حاجت ہو۔

پس وہ خالق بے نیاز وغنی ہے اور ہر مخلوق سراسر احتیاج ومحتاج ہے اس ذات کے ساتھ اس کی کسی طرح برابری شرکت اور مقابلہ نہیں کیونکہ وہ خالق مطلق اور رزاق برحق ہے ازل سے ابد تک عزیز وقوی و، مالک الملک قاہر وغالب قدیم ہے ولہ الکبریاء فی السموت والارض اور حدیث قدسی الکبریاء ردائی و العظمة ازاری اس عزیز السلطان کی شان ہے۔

چنانچہ وہ خود اپنی شان کے متعلق فرماتا ہے کہ ان کل من فی السموت والارض الا اتی الرحمن عبدا اسی آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا ،ذلیلا منقادا ۔(تفسیر نسفی ج ۲،ص ۳۵۴،دار بن کثیر بیروت)

اور صاحب جلالین نے تو صاف تصریح کردی کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیر علیہ السلام بھی داخل ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامة منهم عزیر و عیسی۔(جلالین،ص ۲۶۰)

آخر یہ معترضین صاحب جلالین پر کوئی فتوی کیوں نہیں لگاتے جو ان اولوالعزم انبیاء کا نام لیکر لفظ ''ذلیل'' کی نسبت ان کی طرف کرر ہے ہیں۔۔۔؟؟؟؟ان پر فتوے کیوں نہیں۔۔؟؟ کسی نے کیا ہی خوب کہا

ہنر بچشم عداوت قبیح تر باشد　　حسد بحاسد طبعے فضیح تر باشد

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عبد کے معنی ذلیل کے لکھے ہیں تو ان پر کوئی فتوی کیوں نہیں جس طرح ان کا مقصد توہین نہیں بلکہ یہ بتانا ہے کہ اس واحد القہار ذات کے سامنے تمام مخلوق ہے وہ ضعیف و ناتواں ہے جس کو ذلیل سے تعبیر کیا ہے پس یہی مقصود تقویۃ الایمان کی اس عبارت کا ہے حیرت تو یہ ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے نہ تو کسی ولی کا ذکر کیا نہ نبی کا مگر پھر بھی وہ گستاخ اور یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا نام لکھ کر یہی الفاظ استعمال کرر ہے ہیں مگر پھر بھی فتوئی ندارد۔

ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھ لوگے تم بھی کل اس کی　کیا سزا پاؤ گے

تو اگر صاحب تقویۃ الایمان نے مخلوق کی کمزوری وعاجزی کو ثابت کرنے کیلئے عام مخلوق کیلئے چمار کا لفظ استعمال کر دیا تو کون سا جرم کر دیا؟

شیخ سعدی بھی اسی قہار عزیز وجبار کی شان میں فرماتے ہیں کہ

، گر بمحشر خطاب قہر کنند
انبیاء راچہ جائے معذرت است

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ دجال کی نیند کو پیارے آقا ﷺ کی نیند سے تشبیہ دے دی تو احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اقول لقد ثقلت هذه الکاف علی''

(فتاوی رضویہ:ج:ا:ص ۱۳۰۔سنی دار الاشاعت ۱۹۶۷)

غور فرمائیں یہاں تو صرف یہ کہہ کر عبارت سے صرف نظر کیا جارہا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کاف سے تشبیہ دینا میرے مزاج پر بہت بھاری گزرا لیکن اگر اس طرح کے پیرائے علمائے دیوبند کی کتابوں میں عام مخلوق کیلئے استعمال کرلئے جائیں تو فوراً کفر کے فتوے ہائے ہائے انبیاء علیہم السلام کی گستاخی کر دی۔۔۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس قہار و جبار ذات کی کبریائی اور مخلوق کی بے چارگی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''واما معرفت دوم آں بود کہ از صفت وی خیزد، ولکن از ناباکی وقدر آں خیزد کہ از وی من ترسد، چنانچہ کسی در چنگال افتد و بترسد، نہ از گناہ خویش لیکن از آنکہ صفت شیری داند کہ طبع وی ہلاک کردن است وآنکہ بہ وی و بہ ضعیفی وی ہیچ پاک ندارد، وایں خوف تمام تر و فاضل تر، و ہر کہ صفات حق تعالی بشناخت وجلالت و بزرگی وتوانائی و بے باکی وی بداں آنست کہ اگر ہمہ عالم ہلاک کنند و جاوید دوزخ دارد، یک ذرہ از مملکت وی کم نشود وآنچہ آں را رقت وشفقت گویند از حقیقت آں ذات او منزہ است، جائی آں بود کہ بترسد وایں ترس انبیاء را نیز بود اگر چہ دانند کہ از معصیت معصوم اند و ہر کہ بخدائے تعالی عارف تر بود ترساں تر باشد و رسول اللہ (ﷺ) از ایں گفت ''من عارف ترین شما ام بخدائے وترساں ترین و برائے ایں گفت انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء، و ہر کہ جاہل تر بود ایمن تر بود ووحی آمد بداود (علیہ السلام) کہ یاداود از من چناں ترس کہ از شیر خشمگین ترسی۔ (کیمیائے سعادت، ج ۲ ص ۴۰۱، ۴۰۲، طبع تہران)

ترجمہ: معرفت کی دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے عیوب اور معاصی کے باعث یہ خوف نہ ہو بلکہ وہ جس سے ڈرتا ہے اس کی بے باکی اور قدرت اس کی معرفت کا سبب بنی ہو، مثلاً جب کوئی آدمی شیر کے پنجے میں گرفتار ہوجاتا ہے تو اس وقت وہ اپنی غلطی اور کوتاہی کے سبب سے نہیں ڈرتا بلکہ اس بات سے ڈر رہا ہوتا ہے کہ شیر درندہ جانور ہے اور اس کو پنجے میں گرفتار ہونے والے کی کمزوری کی کچھ پرواہ نہیں، یہ خوف بہت فضیلت رکھتا ہے، پس جس نے اللہ کی صفت قدرت کو پہچانا اس کی بزرگی قوت اور بے پروائی کو جانا اور سمجھ گیا کہ اگر وہ سارے عالم کو ہلاک کردے اور ہمیشہ کیلئے دوزخ میں رکھے تو اس کی بادشاہت سے ایک ذرہ بھی کم نہیں ہوگا اور بے جا نرمی وشفقت بے جا سے اس کی ذات پاک ہے تو یقیناً وہ ڈرے گا ایسا خوف انبیاء کرام کو بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں اور جس شخص کو یہ درجہ معرفت جس قدر زیادہ حاصل ہوگا وہ اسی قدر (اس ذات بے نیاز سے) زیادہ ڈرنے والا ہوگا اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یقیناً میں تم میں سب سے زیادہ اپنے رب کی معرفت رکھنے والا ہوں اور تمہاری نسبت سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا بھی ہوں اسی سبب سے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس کے بندوں میں سب سے زیادہ ڈرنے والے اہل علم ہی ہیں

اور جو اس کے عرفان ذات وصفات سے جس قدر بے بہرا اور جاہل ہوگا وہ اس کی ذات سے اتنا ہی زیادہ بے خوف ہوگا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی آئی کہ اے داؤد! مجھ سے ایسا ڈر جیسے شیر سے ڈرتا ہے۔

امام غزالیؒ کی روحانی وعلمی وجاہت کا کوئی جاہل ہی منکر ہوسکتا ہے جب انھوں نے اللہ کی قدرت کاملہ اوراس کی بے پرواہ ذات کی بڑائی وکبریائی کو ثابت کرنے کیلئے بھیڑئے اور درندے کی مثال دے دی اور نبی کریم ﷺ اور حضرت داود علیہ السلام کے ناموں کی اس میں تصریح کردی تو اگر شاہ صاحب نے مخلوق کیلئے چمار کی مثال دے دی یا ذلیل کا لفظ استعمال کرلیا تو کیا جرم کیا؟۔

غرض اس طرح کی مثالیں معاذ اللہ کسی کی توہین یا تنقیص کو بیان کرنے کیلئے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی طاقت وقدرت اور مخلوق کی بے بسی کو ظاہر کرنے کیلئے بیان کی جاتی ہیں حضرت شاہ صاحب نے جو اسلوب اختیار کیا وہ قرآن وسنت اور بزرگان دین کے اسلوب بیان کے عین مطابق ہے۔۔تو پھر آخر یہ دشمنی صرف شاہ صاحب سے ہی کیوں۔۔؟؟؟

شاہ صاحب کی عبارت میں ''آگے'' کا لفظ ہے جس کا عام معنیٰ ''مقابلہ'' ہوتا ہے۔جیسے کہا جاتا ہے کہ چاند کی سورج کے آگے کیا حیثیت ہے یعنی چاند کی سورج کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے۔اسی طرح کہتے ہیں کہ صدر کے حکم کے آگے تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ صدر کے حکم کے مقابلے میں تھانیدار کے حکم کی کوئی وقعت نہیں۔حضرت شاہ صاحب کی عبارت میں آگے کا لفظ اسی مقابلہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی خالق کے مقابلہ میں۔

اسی طرح ''ذلت'' کے لفظ کے متعلق وضاحت کردوں کہ ذلت کے معنیٰ ضعف کمزوری قلت کے ہیں امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الذل ما کان عن القھر..یقال الذل والقل ،والذلۃ والقلۃ (مفردات القرآن،ص ۱۳۶)

غرض ذلت کے معنیٰ کمزور، عاجز ناتواں ہونا دوسرے کے مقابلے میں،اور عزت کے معنیٰ قوت وغلبہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ قرآن پاک کی آیت **ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ** کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال صاحب الکشاف الاذلۃ جمع قلۃ...انہ تعالی قال و اللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین فلا بد من تفسیر ھذا الذل بمعنی لاینافی مدلول ھذہ الآیۃ ، و ذالک ھو تفسیرہ بقلۃ العدد و ضعف الحال وقلۃ السلاح و المال و عدم القدرۃ علی مقاومۃ العدو و معنی الذل الضعف عن المقاومۃ و نقیضہ العز و ھو القوۃ والغلبۃ.

(تفسیر کبیر، ج۸،ص ۲۲۸)

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خود اس آیت کی نقیض اور معارضے میں قرآن پاک کی ایک اور آیت **و للہ العزۃ ولرسولہ و اللمومنین** کو پیش کرکے اس کا جواب دیا

بریلویوں کے مناظر اعظم عمر اچھروی نے بھی مقیاس حنفیت میں اسی آیت کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت کی نقیض میں پیش کر کے واویلا کیا مگر شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ اس کا جواب امام رازی نے اس وقت دے دیا جب ابھی عمر اچھروی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔۔

اس حوالے سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مخلوق خالق بدیع السموت کے قوت وغلبہ وعز کے مقابلے میں بلا ریب ذلیل ہے یعنی ذرہ کے مانند ضعیف و ناتواں کس قدر افسوس کی بات ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو تو کفار مشرکین اور عاجز مخلوق کے مقابلے میں ذلیل کہا جا رہا ہے مگر وہی اسلوب جب شاہ صاحب مخلوق اور خالق کے درمیان نسبت کو بیان کرنے کیلئے اختیار کریں تو کفر گستاخی توہین کے فتوے۔

تفسیر ابو سعود میں ہے کہ:

اذلة جمع ذليل و انما جمع قلة للايذان باتصفاهم حينئذ يوصفي القلة و الذلة اذا كانوا ثلاثمائة و بضعة عشر و كان ضعف حالهم في الغاية (تفسیر ابو سعود، ج ا ص ۴۰۹)۔

پس قرآن شریف اور تفسیروں سے واضح ہوا کہ اس مالک الملک نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو بسبب ضعف وقلت مال کے کفار کے مقابلے میں ذلیل فرمایا تو مخلوق اس مالک الملک کی عزت کاملہ و سلطنت قاہرہ کے آگے اور قوت باہرہ کے سامنے کیوں کر ضعیف ونحیف و ذلیل نہ گنے جائیں اس لئے کہ ذلت و ضعف محتاج انسان کا نشان ہے اور فرمان رب اس پر دلیل ہے وہ خود فرماتا **خلق الانسان ضعيفا** اور یہ شان تو اسی کی ہے **هو القاهر فوق عباده**۔

پھر حضرت شاہ صاحب نے بادشاہ اور چمار کا ذکر کر کے واضح کر دیا کہ یہاں ذلیل کے معنی کمزور ضعیف اور بے سروسامان کے ہیں نہ کہ حقیر، کمینہ اور بے عزت جیسا کہ بریلوی حضرات لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ موچی بادشاہ کے مقابلے میں کمزور، ضعیف تو ہوتا ہے بے عزت اور کمینہ نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بریلوی نادار اور ضعیف کو ہی کمینہ سمجھتے ہوں کیونکہ ان حضرات کی ساری توجہ دنیا کے مال ومتاع ہی پر ہوتی ہے اسی دنیاوی متاع کیلئے اپنا ایمان بھی بگاڑا اور لوگوں کے ایمان بگاڑنے پر بھی تلے ہوئے ہیں۔ بے عزت ،حقیر اور رسوا تو وہ ہوتا ہے جو جو بدعمل، بدکردار، بدعقیدہ ہو جو شخص غلط عقائد رکھتا ہو، غلط کام کرتا ہو بے عزت ورسوا وہی ہوتا ہے خواہ ہفت اقلیم کی بادشاہت رکھتا ہو اور جو شخص خدا کے پسندیدہ کام کرتا ہو وہ خواہ کتنا کمزور وضعیف کیوں نہ ہو بے عزت وحقیر نہیں ہوتا کہ **ان اكرمكم عند الله اتقاكم**۔ غرض عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ ہر مخلوق چاہے وہ طاقتور ہو یا کمزور، دولت مند ہو یا نادار اللہ تعالی کے مقابلے میں اس سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہوتی ہے جتنا کہ ایک موچی بادشاہ کے مقابلے میں ضعیف اور کمزور ہوتا ہے۔

تقویۃ الایمان کی عبارت میں بریلوی مولوی اکثر "بڑا"، "چھوٹا" کے لفظ سے دھوکہ دیتے ہیں کہ بڑے سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ (جیسا کہ احمد سعید کاظمی نے الحق المبین میں لکھا) حالانکہ چھوٹا بڑے سے مراد عوام اور بادشاہ بھی ہو سکتے ہیں، طاقتور اور کمزور بھی بڑا چھوٹا کہلائے جا سکتے ہیں، جب کہا جاتا ہے "بڑا ملک چھوٹے ملک پر حملہ نہ کرے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ طاقتور ملک کمزور ملک

کرے، اسی طرح مالدار اور نادار پر بھی چھوٹے بڑے کا اطلاق ہوسکتا ہے، زیادہ عمر والوں اور کم عمر والوں کو بھی بڑا چھوٹا کہا جاتا ہے غرضیکہ چھوٹے بڑے کے بہت سے معنی مراد لئے جا سکتے ہیں مگر برا ہو تعصب کا کہ بریلویوں نے ہر حال میں یہ رٹ لگائی ہے کہ نہیں بڑے سے مراد انبیاء ہیں اور چھوٹے سے مراد اولیاء اللہ۔ اگر کفر ایسے ہی ثابت ہوتا ہے تو احمد رضا خان صاحب کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
(حدائق بخشش: حصہ اول: ص ۴۔ مدینہ پبلشنگ)

اب کوئی کہے کہ یہاں اس شعر میں اونچے سے مراد تو اولیاء اللہ ہیں اور اس اونچے سے بھی اونچوں سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں گویا احمد رضا خان صاحب کے نزدیک شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا مرتبہ معاذ اللہ انبیاء سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیا کوئی بریلوی ہماری اس تشریح کو تسلیم کرے گا؟ ایک جگہ ایک بریلوی کے سامنے جب فقیر نے یہی شعر پیش کیا تو کہا کہ اعلیٰ حضرت نے دیگر مقامات پر بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا رتبہ سب سے اونچا ہے لہٰذا انبیاء اس شعر سے خارج ہیں میں نے فوراً کہا کہ اللہ کے بندے شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ نے جو جگہ جگہ انبیاء کی شان و مراتب کو بیان کیا کیا وہ تجھے نظر نہیں آتی؟

حضرت خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''کسی شخص کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کے سامنے ساری خلقت اس طرح ظاہر نہ ہو گویا وہ اونٹ کی مینگنی ہے''۔

(فوائد الفواد: ص ۲۲۳۔ علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف پنجاب)

پشاور کے معروف بریلوی عالم پیر محمد چشتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''تمام مخلوق میں وہ (یعنی ذوات قدسیہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوۃ والسلام) بھی شامل ہیں''۔

(اصول تکفیر: ص ۱۹۷)

جواب دیں کیا اس اصول کے تحت ''ساری خلقت'' کے لفظ میں انبیاء مرسلین شامل نہیں؟ احمد رضا خان صاحب اس عبارت کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ مخلوق کی دو قسمیں ہیں ایک تو انبیاء اولیاء اللہ نیک مومنین اور دوسری مخلوق جو دینی اعتبار سے کسی عظمت کے لائق نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل وہابیہ دیوبندیہ غیر مقلدین پھر باقی ضالین، اس قسم کی عبارتوں میں یہی دوسری قسم کی مخلوق مراد ہیں اور انبیاء اولیاء اللہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(ملخصاً۔ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ: ص ۱۱۸ تا ۱۲۱)

غور فرمائیں عبارت میں دور دور تک اس تقسیم کا کوئی ذکر نہیں مگر چونکہ اس عبارت پر فتویٰ لگانے پر مزارات کی آمدنی رکنے کا اندیشہ تھا اس لئے اتنی دور کی کوڑی لائے تو ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ تقویۃ الایمان میں ہر مخلوق سے مراد وہ مخلوق ہے جن کی دینی اعتبار سے کوئی عظمت نہیں ان کے بدتر و ذلیل تو کفار مشرکین مثل رضا خانی، مرزائی اور شیعہ ہیں۔ اس عبارت میں مقصود انہی کو بیان کرنا ہے کہ بڑے سے مراد تو ان کے بڑے پیشوا جیسے احمد رضا خان صاحب

،نعیم الدین مراد آبادی صاحب، مرزا قادیانی اور چھوٹے سے مراد بعد کے جعلی پیر فقیر تو شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر ان جیسوں کو حاجت روا مشکل کشا اپنا نبی ماننا ایسا ہے کہ جیسے کسی بڑی ہستی کا منصب ان جیسے ذلیلوں کو دے دیا جائے۔ بریلوی حضرات سیخ پا نہ ہوں کیونکہ جب وہ اس عبارت میں انبیاء و اولیاء کو داخل کرنے کی جسارت کر سکتے ہیں تو یہ مشق احمد رضا خان، نعیم الدین اور دیگر بریلوی مشکل کشاؤں پر کیوں نہیں کی جا سکتی؟۔

دوسری گذارش

اس تفصیل کے بعد اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ مذکورہ بالا عبارت میں نہ تو انبیاء علیہم السلام اور نہ ہی اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی صراحت ہے نہ ذکر بلکہ مطلقا ایک بات ہے اور انشاء اللہ آگے آئے گا کہ بعض اوقات اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔ لیکن اگر بالفرض یہاں معترضین کے نزدیک گستاخی اس بنیاد پر ہے کہ بڑے، چھوٹے کو ذلیل کہا گیا اور یہ کفر اور گستاخی ہے تو پھر آخر یہ دشنام طرازیاں صرف شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے خلاف کیوں؟ کیونکہ خود بریلوی بھی جن لوگوں کو اپنے اکابرین میں شمار کرتے ہیں ان میں سے بعض کی عبارات میں تو انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان کیلئے ''ذلیل'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

احمد رضا خان صاحب کی طرف سے حضور ﷺ کیلئے ''ذلت'' کے لفظ کا استعمال:

احمد رضا خان اپنے شاعرانہ مجموعے حدائق بخشش میں حضور ﷺ کے بارے میں ایک شعر یوں بیان کرتے ہیں:

کثرت بعد قلت پہ اکثر درود		عزت بعد ذلت پہ لاکھوں سلام

(حدائق بخشش، حصہ دوم، ص۲۹، مدینہ پبلشنگ کراچی)

غور فرمائیں کس واضح انداز میں یہاں حضور ﷺ کیلئے کہا جا رہا ہے کہ پہلے آپ ذلیل تھے معاذ اللہ ذلت میں تھے بعد میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کی کثرت ہوئی تو آپ کو عزت ملی۔۔ کیا نبی کریم ﷺ کا نام لے کر ان کو ذلت والا کہنا ان کی توہین نہیں۔۔؟؟؟ نصیر الدین گولڑوی بریلوی پر جب اسی قسم کا ایک اعتراض ہوا تو احمد رضا خان کے اسی شعر کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس محولہ بالا شعر میں کس عزت اور کس ذلت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ کیا ان کو شان رسالت کا علم نہ تھا کہ انھوں نے ذلت کی نسبت آپ کی ذات عالیہ کی طرف کر دی، کیا وہ آپ کے نزدیک فتوی گستاخی کی زد میں نہیں آتے؟ اگر نہیں تو کیوں''۔

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب، ص۲۴۲، مہریہ نصیریہ پبلیشرز گولڑہ)

اب ہم یہاں بریلویوں سے وہی مطالبہ کرتے ہیں جو نصیر الدین گولڑوی نے کیا اور کیا ہی خوب کہا کہ:

اگر آپ کے نزدیک ذات انبیاء کی طرف کسی قسم کی ذلت یا رسوائی کا انتساب یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اس طبقے پر بھی بصورت امتحان ذلت آ سکتی ہے انبیاء کی گستاخی ہے تو لیجئے سب سے پہلے آپ مولانا احمد رضا خان پر گستاخی کا فتوی داغیئے اور جس بے باکی سے آپ کے اصحاب قلم نے مجھ پر دہابیت اور گمراہی وغیرہ کے الفاظ برسائے

ہیں، خدارا ایسی ہی حق گوئی کا مظاہرہ ذرا فاضل بریلوی کے حق میں بھی کر دکھائیں ۔مگر وہ بھی کتابی صورت میں ،اور آج کے بعد سٹیجوں پر بھی اسی طرح فاضل بریلوی کے بے ادب اور گستاخ ہونے کا اعلان فرمائیں، جس طرح میرے لئے زحمت فرمایا کرتے تھے"۔(ایضا ص ۴۳)

قارئین کرام!!!اور اہل انصاف بریلوی اس عبارت کوغور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا وجہ ہے کہ اپنے بڑوں کی ان عبارتوں کوتو آپ نے چھپا رکھا ہے جنھوں نے نبی کریم ﷺ اور تمام انبیاء کی صراحت کر کے ان کو ذلت کا شکار کہا ہے اور شاہ صاحب کی عبارت جس میں کسی ولی یا نبی کی صراحت نہیں اس کے خلاف ہر چھوٹے بڑے بریلوی کی گز بھر زبان نکلی ہوئی ہوتی ہے۔۔؟؟؟ کیا یہ کھلی منافقت نہیں؟؟؟ کیا یہ محض تعصب ،ضد اور ہٹ دھرمی نہیں۔۔؟؟؟

اسرار قادری کا حوالہ:

صاحبزادہ الحاج غلام جیلانی سلطان صاحب کی اجازت اور اہتمام سے حضرت سلطان باہو کی ایک کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے اس کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں:

آدم علیہ السلام کی ذلت شہوت کی وجہ سے تھی

(اسرار قادری، ص ۶۰ شبیر برادرز)

معاذ اللہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور پوچھئے بریلوی حضرات سے کہ کیا کسی عاشق رسول ﷺ نے بھی اس کتاب اس کے شائع کرنے والوں اور اس کو پڑھ کر اب تک خاموش رہنے والوں کے خلاف بھی قلم اٹھایا۔۔؟؟؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آخر یہ کھلی منافقت کیوں۔۔؟؟؟ یہ گستاخی کے فتوے صرف اہلحق پر کیوں۔۔؟؟

صاحب جلالین کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت عزیز علیہ السلام کیلئے ذلیل کا لفظ استعمال کرنا:

صاحب جلالین جو بریلوی حضرات کے ہاں بھی مسلم مفسر ہیں سورہ طہٰ کی آیت **ان کل من فی السموت والارض اتی الرحمن عبدا** کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ای ذلیلا خاضعا یوم القیامۃ منھم عزیر و عیسی۔(جلالین، ص ۲۶۰)

بریلوی جواب دیں اگر تقویۃ الایمان کی عبارت گستاخانہ ہے تو اس سے بڑھ کر سخت عبارت ہم نے جلالین سے ثابت کر دی تمہارے قلم ان کے خلاف کیوں نہیں چلتے؟؟؟۔۔کہاں گئے تمہارے عشق رسول کے دعوے۔۔؟؟؟

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں کہ:

"**ترھقھم ذلۃ** نیز ارشاد باری تعالیٰ **ان الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم و ذلۃ** ان آیات بینات پر نظر نہیں پڑی اور غور نہیں کیا کہ ان آیات میں ذلت کا لفظ کن معنوں میں آیا ہے۔جلد از جلد توبہ کریں اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور گستاخوں کی وکالت کرنے سے باز آجائیں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ:ص ۱۱۴)

تو یہی سوال ہم بریلویوں سے بھی کرتے ہیں کہ صاحب جلالین کی عبارت میں ''ذلیلا'' کس معنی میں آیا ہے اگر کہو کہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلہ میں جس معنی میں آیا ہے وہی یہاں ہیں تو کیا بریلویوں کی نظر سے یہ آیات نہیں گزریں جن کا ذکر سیالوی نے کیا اگر گزریں ہیں تو اب فورا توبہ کریں اور گستاخوں کی وکالت سے باز آجائیں ۔جس اصول سے صاحب جلالین کی عبارت کو ان آیات سے مستثنی کردیا جائے گا انشاء اللہ اسی اصول سے تقویۃ الایمان کا استثناء بھی پیش کردیا جائے گا۔

اگر بریلویوں کے یہ فتوے واقعی عشق رسالت کی بنیاد پر ہیں تو کریں ہمت اور لگائیں ایک عدد فتوی صاحب جلالین پر، لکھیں ایک کتاب اس عبارت کے خلاف، منعقد کریں ایک جلسہ صاحب جلالین کی گستاخی پر، لیکن یہ لوگ ایسا کبھی نہیں کریں گے کیونکہ ان کی روزی روٹی تو علمائے دیوبند کو بدنام کرنے کے ساتھ جڑی ہوئی ہے ۔ہم جلالین کی اس عبارت کا ترجمہ نہیں کررہے اور ترجمہ بریلوی حضرات پر چھوڑ رہے ہیں جو ترجمہ اس عبارت کا بریلوی حضرات کریں گے جو مطلب یہ بیان کریں گے وہی ترجمہ اور وہی مطلب ہماری طرف سے تقویۃ الایمان کی عبارت کا مان لیں

ماكان جوابكم فهو جوابنا

تفسیر نسفی کا حوالہ

اسی آیت کی تفسیر میں ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفیؒ فرماتے ہیں:

ای خاضعا ،ذلیلا منقادا ۔(تفسیر نسفی ج۲،ص۳۵۴،دار ابن کثیر بیروت)

اور ہم اوپر ثابت کرچکے ہیں کہ ان آنے والوں میں سے حضرت عیسی علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام بھی ہیں تو اب کیا فتوی ہے بریلوی حضرات کا علامہ نسفی پر۔۔۔؟؟؟

صاحب سبع سنابل کا حوالہ:

سبع سنابل بریلوی اکابرین کے ہاں مستند اور بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول کتاب ہے اس کا ترجمہ مفتی خلیل خان برکاتی نے کیا اس میں قرآن پاک کی آیت **ادعوا ربکم تضرعا و خفیة** میں تضرعا کا ترجمہ **ذلت کا خواری** کرتے ہیں۔

(سبع سنابل،ص ۲۵۶ حامد اینڈ کمپنی،لاہور)

بریلوی حضرات سے ہمارا سوال ہے کہ کیا اس آیت کے مخاطب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، تمام اولیاء اللہ، فقہاء محدثین، اور خود نبی کریم ﷺ ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے اگر ہاں تو کیا ان کیلئے ذلیل اور خوار کا لفظ استعمال کرکے برکاتی صاحب کافر گستاخ اور بے ادب ٹھرتے ہیں یا نہیں۔۔؟؟؟

اوراق غم کا حوالہ:

اوراق غم کے مصنف احمد رضا خان کے خلیفہ ہیں وہ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''وہ آدم جو سلطان مملکت بہشت تھے۔وہ آدم جو متوج بتاج عزت تھے آج شکار تیر مذلت ہیں۔

(اوراق غم،ص ۲،منظور عام سٹیم پریس لاہور)

رضائے مصطفیٰ کا حوالہ

حضرت عمر نے عرض کیا: پھر ہم دین میں ذلت کیوں گوارا کریں''۔ (رضائے مصطفیٰ: ص ۶ اپریل ۲۰۱۲)

قارئین کرام! تقویۃ الایمان کی جس عبارت پر اعتراض کیا گیا تھا اس میں نہ تو کسی نبی کی صراحت ہے نہ ولی کی جبکہ ہم نے مندرجہ بالا حوالہ جات میں ثابت کردیا کہ احمد رضا خان، پیر نصیر، مولوی ابوالحسنات ،صاحب جلالین ،اسرا قادری، سبع سنابل، تفسیر نسفی میں انبیاء علیہم السلام بلکہ نبی کریم ﷺ کا نام لیکر ان کے لئے ذلت اور ذلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔۔پس اگر یہ کفر اور گستاخی ہے تو یہ حضرات صاحب تقویۃ الایمان سے کہیں بڑھ کر گستاخ اور بے ادب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ بریلوی حضرات پھر بھی ان کو اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں۔؟ آج تک ایک چھوٹا سا کتابچہ، چند منٹ کی تقریر ان گستاخیوں کے خلاف نہیں لکھی گئی نہ کہی گئی۔؟؟ اگر یہ عبارتیں گستاخانہ نہیں تو صاحب تقویۃ الایمان کیوں گستاخ ٹھرے۔۔۔؟؟؟ تقویۃ الایمان کی عبارت کس طرح گستاخی بن گئی۔۔؟؟؟

بریلویوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
اعتراض اوروں پر اپنی خبر نہیں

تیسری گذارش :

قارئین کرام! یہاں یہ بات بھی قابل غور و لائق توجہ ہے کہ اگر بالفرض معاذ اللہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں انبیاء علیہم السلام کی توہین ہوتی تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ احمد رضا خان نے تقویۃ الایمان لفظ بلفظ پڑھی اس کے خلاف کتابیں بھی شائع کی ہیں مگر کہیں بھی احمد رضا خان نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہیں کی ۔چنانچہ تمہید ایمان میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''علمائے محتاطین انہیں (شاہ صاحب کو) کافر نہ کہیں یہی صواب ہے وھو الجواب و به یفتی و علیه الفتوی و ھو المذھب و علیه الاعتماد و فیه السلامة و فیه السداد''۔ (تمہید ایمان، ص ۵۳، مکتبۃ المدینہ)

اسی طرح الکوکبۃ الشہابیہ جو خاص حضرت شاہ صاحب کے خلاف لکھی اس کے آخر میں بھی واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے اور اس باب میں اپنی زبان کو ان کی تکفیر سے روکتے ہیں ملاحظہ ہو: (الکوکبۃ الشہابیہ، ص ۶۰، مطبوعہ لاہور)

جبکہ دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ:

''تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کرے وہ کافر ہے اور جو اس کے معذب یا کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے''۔

(تمہید ایمان، ص ۳۶)

غور فرمائیں یہاں صاف طور پر احمد رضا خان نے فتوی دیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور اس پر اجماع نقل کیا ہے اس لئے فقہاء و متکلمین کی

تقسیم کرنا باطل ہوا، پس اگر معاذ اللہ صاحب تقویۃ الایمان گستاخ ہیں تو یقیناً معاذ اللہ کافر بھی ہونگے مگر دوسری طرف احمد رضا خان ایسے گستاخ کو مسلمان ماننے کی وجہ سے خود کافر ہوگئے ہیں۔ لہٰذا اگر تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت گستاخانہ ہے تو پہلے احمد رضا خان کے ایمان اور کفر پر بحث ہوگی جو اس عبارت کے لکھنے والے کو مسلمان کہہ رہے ہیں۔۔اور اگر احمد رضا خان کو اپنے ہی اقراری کفر سے بچانا ہے تو لامحالہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو بے غبار تسلیم کرنا پڑے گا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت تو دیکھئے کہ جیسے ہی باطل پرستوں نے ان کے خلاف زبان دراز کی خود ان باطل پرستوں کے امام وعدہ معاف گواہ بن کر آگئے اور یہ گواہی دے دی کہ حضرت شاہ صاحب گستاخ نہیں بلکہ مسلمان اور اہل لا الہ الا اللہ ہیں۔

تکفیر مسلم ہی ہے جن کا مشغلہ تم دیکھنا
عنقریب ان کا بھی اب یوم حساب آجائے گا

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے تکفیر اس وجہ سے نہیں کہ شاہ اسمٰعیل شہید کو ان عبارات کا کفر ہونا معلوم نہ تھا جس کی وجہ سے وہ التزام کفر سے بچ گئے حالانکہ شفا شریف میں ہے کہ کسی نے نبی ﷺ کی گستاخی کی اور پھر کہا کہ مجھے علم نہ تھا کافر ہو جائے گا ہرگز جہالت کا عذر مسموع نہ ہوگا اور اس کی سزا قتل ہی ہوگی۔(شفاء شریف :ج ۲:ص ۱۴۲) ایک تاویل یہ بھی کرتے ہیں کہ احتمال تھا کہ یہ عبارات شاہ صاحب کی نہیں حالانکہ احمد رضا خان نے الکوکبۃ الشہابیہ میں چیخ چیخ کر کہا ہے کہ یہ گستاخیاں شاہ اسمٰعیل شہید ہی نے کی ہیں۔احمد رضا خان صاحب کو بچانے کیلئے لزوم والتزام کی آڑ میں بریلوی حضرات نے جو گل کھلائے ہیں وہ خود ایک مستقل مضمون کا متقاضی ہے اگر اس جواب کے جواب الجواب میں کسی بریلوی نے ان باتوں کو بیان کرنا چاہا تو پھر تفصیل سے گفتگو ہوگی۔

آخری گزارش

مصطفیٰ رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمٰعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو''۔

(حاشیہ ملفوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ): ص ۱۷۲: مکتبۃ المدینہ)

اس ایڈیشن پر الیاس قادری عطاری صاحب کی تقریظ موجود ہے اور اسے دعوت اسلامی کی مجلس مدینۃ العلمیہ نے شائع کیا ہے جو بریلوی مفتیان وعلماء پر مشتمل بورڈ ہے۔ یہاں حاشیہ نگار نے متکلمین کا نام استعمال کر کے خان صاحب کو بچانے کی جو ناکام کوشش کی ہے فی الوقت اس کا رد مقصود نہیں صرف اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ

مصطفیٰ رضا خان کہنا چاہ رہے ہیں کہ متکلمین کے ہاں اگر کسی عبارت میں ایسی تاویل ہو سکتی ہے جو کفر یہ نہ ہو جس کی وجہ سے قائل پر کفر کا فتویٰ نہیں لگتا ہے تو ہم اسی تاویل کو اختیار کر کے کفر کا فتویٰ نہ دیں گے۔ اب ہم پوری جماعت رضویہ سے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ کونسا صحیح مفہوم ہے جو اس عبارت سے مستفاد ہوتا ہے جس کی بنیاد پر کفر کا فتویٰ نہیں لگے گا؟ اور احمد رضا خان، ان کے بیٹے اور دعوت اسلامی کے ذمہ داران نے اسی صحیح تاویل کو اختیار کر کے فتوائے تکفیر سے اعراض کیا؟۔ بریلوی حضرات اس تاویل کی وضاحت کریں اور ساتھ میں یہ بھی جواب دیں کہ آج کل کے جو بریلوی ان عبارات میں کسی بھی قسم کی تاویل نہ مان کر احمد رضا خان کے دین و ایمان سے پھر گئے ہیں کیا وہ مسلمان رہے ہیں یا نہیں؟

الحمدللہ ہم نے اس مختصر وضاحت سے ثابت کر دیا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت قرآن و سنت اور بزرگان دین کے اسلوب کے عین مطابق ہے اور خود مخالفین کے ہاں بھی اس عبارت میں کفر کا معنی مراد نہیں لیا جا سکتا جس کی وجہ سے وہ تکفیر بھی نہیں کر رہے ہیں پس انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اگر یہ گستاخی ہے تو پہلے فتویٰ قرآن و سنت اور ان بزرگان دین اور بریلوی اکابر کے خلاف لگنا چاہئے حضرت شاہ صاحب تو محض ان کے مقلد کہلائیں گے۔ اللہ پاک ہمیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ بھی لکھ سکتے ہیں

ادارہ نور سنت قول قلندر، حاصل مطالعہ، تبصرے، ایمان کے ڈاکو، حالات موجودہ، خبریں، سنت کا نور، رضا خانیاں، تبریک تحسین، آپ کے خطوط، تعارف علماء اہلسنۃ، نکتہ چینی، اور اس جیسے دیگر اہم اور ضروری سلسلوں کو شروع کر رہا ہے۔ قارئین نور سنت بھی اگر ان سلسلوں میں شامل ہونا چاہیں تو اپنے خطوط ہمیں ارسال کریں، انشاء اللہ قابل اشاعت مضامین و مقالات مجلّہ نور سنت میں اپنی جگہ خود بنائیں گے۔

ادارہ

رابطہ کیلئے: 0312-5860955

☆☆☆

القواعد المفيدة لمعرفة البدعة

بدعت کی پہچان۔(قسط سوم)

مفتی ابوقتادہ نقشبندی

(یہ قاعدہ دوسرے قاعدے کی مزید وضاحت کیلئے ہے)

تیسرا قاعدہ

عدم وجود الفعل فی خیر القرون مع وجود المقتضی و انتفاء المانع.

آقاﷺ کا کسی فعل کا نہ کرنا باوجود اس کے کہ اس فعل کا مقتضی بھی ہو اور کوئی مانع بھی نہ ہو یہ دلالت کرتا ہے کہ ایسے فعل کا کرنا بدعت سیئہ ہے۔اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین کا مقتضی کے باوجود کسی فعل کا نہ کرنا جبکہ مانع بھی نہ ہو اس فعل کے بدعت ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

تشریح:

خیر القرون سے مراد آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا زمانہ مبارکہ، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین اور تابعین اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ ہے۔ مقتضی سے مراد کسی بھی فعل کی علت (وجہ) ہے جو تقاضہ کرتی ہے اس بات کا کہ وہ فعل یا کام کیا جائے۔انتفاء مانع سے مراد یہ ہے کہ اس فعل یا کام کرنے میں کسی رکاوٹ کا نہ ہونا۔

آسان الفاظ میں

اگر کوئی کام ایسا ہو کہ خیر القرون (دور نبویﷺ، دور صحابہ کرام اور دور تابعین) میں بھی اس کام کے کرنے کی وجہ موجود تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی اس کے باجود اس کام کو نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے کام کرنا اس بدعت میں اس بدعت میں داخل ہے جس کے بارے میں احادیث میں وعیدیں آئی ہیں۔اس قاعدے کے دو حصے ہیں۔ (۱) آقاﷺ کا کسی فعل کو نہ کرنا۔(۲)صحابہ تابعین کا نہ کرنا۔اسی اعتبار سے مثالیں اور حوالہ جات آگے آئیں گے۔اس قاعدے کو سمجھانے کیلئے تین مثالیں عرض کرتا ہوں۔

پہلی مثال

عید میلاد منانے کی علت اور مقتضی آقا علیہ السلام کا یوم ولادت ہے (بقول بریلویوں کے) اب یہ علت خیر القرون میں بھی تھی اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی۔اس علت کے پائے جانے کے باوجود خیر القرون میں اس فعل کا وجود نہیں پایا گیا۔یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس فعل (مروجہ عید میلاد) کا منانا بدعت سیئہ ہے۔

دوسری مثال

خیر القرون میں صحابہ کرامؓ قلوب مبارکہ پیارے آقا علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے ایک ہی مجلس میں تزکیہ کے اعلیٰ ترین درجات طے کر جاتے تھے تابعین کے زمانے میں یہ انوارات نسبتاً کم ہوئے زمانہ نبوی سے دوری کے باعث وقت گزرتا گیا حتی کہ گناہوں کے شیوع اور زمانہ نبوت سے کافی دوری کے سبب اب دلوں کی وہ کیفیت نہ

رہی جو پہلے تابعین کی تھی اب مقتضی پیدا ہوا علت بعد کے زمانے میں وجود میں آئی کہ دلوں کے زنگ کو دور کرنے کیلئے اذکار بطور دوا کے کرائے جائیں چنانچہ صوفیاء کرام کے اسباق مدون ہونا شروع ہوئے، صحابہ کرامؓ اور تابعین کو ذکر کی ضربیں لگانے کی ضرورت نہ تھی۔ تقاضا ہمارے دور میں پیدا ہوا۔ چونکہ اس کا مقتضی خیر القرون میں نہ تھا اب پیدا ہوا اس لئے اہل تصوف کے اسباق جو بمنزلہ دوا کے ہیں اپنی ذات کے اعتبار سے مقصود نہیں تجویز کئے اس لئے بدعت نہیں کیونکہ مقتضی خیر القرون میں نہ تھا لہٰذا غیر مقلدین کا تصوف کو بدعت کہنا درست نہیں۔

تیسری مثال

بیس رکعت تراویح کا مقتضی دور نبوی ﷺ میں موجود تھا مگر آقا علیہ السلام نے پورا مہینہ اس لئے باجماعت ادا نہ فرمائی کیونہ مانع موجود تھا کہ کہیں فرض نہ ہوجائے آقا ﷺ کے وصال کے بعد یہ مانع ختم ہوگیا۔ چنانچہ بیس رکعات تراویح سنت کہلائی۔

حوالہ جات

اس قاعدے کے حوالے سے عبارات ملاحظہ ہوں:

(۱) خیر القرون میں کسی فعل کے نہ ہونے کی وجوہات پر شیخ رومی روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"عدم وقوع الفعل فی الصدر الاول لیس الا لعدم الحاجة الیه او ولود مانع منه او لعدم التنبه له او للتکاسل عنه او لکراهة و عدم مشروعیة والاولون منتفیان فی العبادات البدنیة المحضة لان الحاجة الی القرب الی الله تعالی بالعبادة لاتنقطع و بعد ظهور الاسلام و غلبة اهله لم یکن منها مانع و کذا عدم التنبه لها او التکاسل عنها منتف ایضا اذ لایجوز ان یظن ذالک للنبی ﷺ و جمیع اصحابه رضی الله عنهم فلم یبق الا کونهابدعة مکروهة غیر مشروعة".

(مجالس الابرار: ص ۱۵۰)

(۲) فان کان السبب امر قد حدث بعدالنبی ﷺ فحینئذ یجوز احداث ما تدعوا الحاجة الیه کنظم الدلائل فان السبب الداعی الیه ظهور الفرق الضالة فانهم لما لم یظهروا فی عهده ﷺ لم یحتج الیه و ان کان المقتضی لفعله موجودا فی عصره ﷺ لکن ترک لعارض زال بموته ﷺ فکذالک یجوز احداثه کجمع القرآن ،فان المانع منه فی حیاته ﷺ کون الوحی لا یزال ینزل فیغیر الله تعالی ما یشاء فزال ذالک المانع لموته ﷺ و اماما کان المقتضی لفعله فی عهده ﷺ موجودا من غیر وجود المانع منه و مع ذالک لم یفعله ﷺ فاحداثه تغییر لدین الله تعالی اذلو کان فیه مصلحة لفعله ﷺ

او حدث علیہ و لما لم یفعلہ ﷺ و لم یحث علیہ علم انہ لیس فیہ مصلحہ بل ھو بدعۃ قبیحۃ سیئۃ "۔

(مجالس الابرار: ص ۱۵۲)

(۲) علامہ شاطبیؒ لکھتے ہیں کہ:

"ان یسکت الشارع عن الحکم الخاص او یترک امرا ما من الامور و موجبہ المقتضی لہ قائم و سببہ فی زمان الوحی و فیما بعدہ موجود ثابت الا انہ لم یحدد فیہ امر زائد علی ما کان من الحکم العام فی امثالہ ولا ینقص منہ لانہ لما کان المعنی الموجب لشرعیہ الحکم العقلی الخاص موجودا ثم لم یشرع ولا نیہ علی السبط کان صریحا فی ان الزائد علی ما ثبت ھنالک بدعۃ زائدۃ"۔ (الاعتصام: ج ا: ص ۲۸۴)

(۳) شیخ علی محفوظ لکھتے ہیں:

"و وجہ کونہ بدعۃ عندہ ان السکوت عنہ مع قیام المقتضی بفعلہ اجماع من کل ساکت علی انہ زائد علی ما کان اذ لو کان ذالک لائقا شرعا لفعلوہ فھم کانوا احق بادراکہ واسبق الی العمل بہ "۔

(الابداع فی المضاد الابتداع: ص ۴۲)

(۴) علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں کہ:

"ھذا ھو الذی ینبغی ان تحمل علیہ افعال السلف من الصحابۃ و التابعین فھم خیار الامۃ "۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص ۲۱۸)

(۵) علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ:

"الصحیح ان قرنہ ﷺ الصحابہ رضی اللہ عنھم و الثانی التابعون و الثالث تابعوھم"۔ (شرح مسلم: ج ۲: ص ۳۰۹)

(۶) علامہ ابوشامہؒ صلاۃ الرغائب کے بدعت ہونے پر لکھتے ہیں کہ:

"ان العلماء الذین ھم اعلام الدین و ائمۃ المسلمین من الصحابۃؓ و التابعین و تابعی التابعین و غیرھم ممن دون الکتب فی الشریعۃ مع شدۃ حرصھم علی تعلیم الناس الفرائض و السنن لم ینقل عن واحد منھم انہ ذکر ھذہ الصلوۃ ولا دونھا فی کتابہ و لا تعرض لھا فی مجلسہ و العادۃ تحیل ان تکون مثل ھذہ سنۃ و تغیب عن ھولاء الذین ھم اعلام الدین و قدوۃ المومنین "۔

(الباعث علی انکار البدع والحوادث: ص ۱۴۲)

(۷) شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

"فان هذا لم يفعله السلف مع قيام المقتضى له عدم المانع منه ولو كان هذا خيرا محضا او راجحا لكان السلف احق به منا".

(اقتضاء الصراط المستقیم: ج ۲:ص ۶۱۴)

ابن تیمیہؒ پر درج ذیل بریلویوں نے اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے:

(۱) پیر نصیر الدین گولڑوی (۲) مولانا ابوالحسن مجددی (۳) صاحب زادہ عمر بیر بلوی۔

اس قاعدے کے حوالے سے اور بھی عبارات ہیں طوالت سے بچنے کیلئے ترک کر رہا ہوں۔ ان حوالہ جات سے درج ذیل امور واضح ہوئے۔

(۱) وہ افعال جو بدعت نہیں

مگر بریلوی انہیں بدعات کے کھاتے میں ڈال کر بدعت حسنہ پر دلیل دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

(۱) تصوف کی تدوین بدعت نہیں۔ کیونکہ مقتضی بعد میں پیش آیا۔

(۲) فقہ، اصول فقہ، نحو، صرف، علم کلام اور دیگر علوم کی تدوین بدعت نہیں کیونکہ ان میں سے بعض اشیاء کی تدوین کا تقاضہ بعد میں پیدا ہوا۔

(۳) قرآن مجید پر اعراب لگانا، اور قراتوں کا مدون ہونا مقتضی کی وجہ سے ہوا اس لئے بدعت نہیں۔

(۴) درس نظامی کی تدوین مدارس کا قیام، وفاق المدارس کے امتحان، وغیرہ سب وہ امور ہیں جن کے مقتضی بعد میں پیدا ہوئے اس لئے کوئی شے بدعت نہیں۔

(۵) تقابل فرق باطلہ کے کورس جیسے رد بریلویت، رد قادیانیت کورس قطعا بدعت نہیں کہ مقتضی یعنی یہ فرق باطلہ بعد میں وجود میں آئے۔

یہ ساری تفصیل اس لئے لکھنی پڑی کہ دور حاضر میں بریلویوں نے اپنی بدعات سیئہ کو سہارا دینے کیلئے ان امور پر قیاس کیا کہ جب یہ بدعت تم کرتے ہو تو یہ بدعت حسنہ ہے حالانکہ یہ سب امور قطعا بدعت نہیں چہ جائیکہ بدعت حسنہ کی مصنوعی تقسیم میں داخل ہوں فیض احمد اویسی اور مولوی احمد یار نعیمی کو شدید مغالطہ لگا کہ اویسی صاحب نے تو حماقت کی انتہاء کرتے ہوئے بدعات القرآن، بدعات صحابہؓ، بدعات مساجد جیسی کتابیں لکھ دیں اور نعیمی صاحب بھی جاء الحق میں یہی کچھ لکھتے رہے۔

اب آئیے دوسرے پہلو کی طرف کہ اس قاعدے کے تحت کون کون سے امور بدعت سیئہ بنتے ہیں۔

(۱) مروجہ عید میلاد النبی ﷺ کہ اس کا مقتضی بھی خیر القرون میں تھا اور مانع بھی کوئی نہ تھا اس لئے بدعت سیئہ ہے۔

(۲) مروجہ دعا بعد الجنازہ کہ اس کا مقتضی بھی موجود تھا اور مانع بھی کوئی نہ تھا۔

(۳) اجتماعی فاتحہ اور مروجہ ایصال ثواب کہ مقتضی خیر القرون میں تھا اور مانع بھی نہ تھا اس لئے بدعت ہے۔

مختصر جواب دیا جاتا ہے: (جاری ہے)

تبصرہ

نوٹ: تبصرہ کیلئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

کتابوں پر تبصرہ سرسری مطالعہ کے بعد کیا جاتا ہے لہٰذا ادارے کا کتاب کے تمام مندرجات سے متفق ہونا ضروری نہیں

ہدیہ بریلویت: بریلویت اور رضا خانیت صرف ایک فرقہ ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑا فتنہ بھی ہے جو اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے پر تُلا ہوا ہے آئے دن نئی بدعات بنا بنا کر اور پھر انہیں ترویج دینے کی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل ہے نئے نئے عقائد ایجاد کر کے پھر ان کے لئے لچر اور بے ہودہ دلائل قائم کرنے کی ناکام سعی میں مگن ہیں۔ آقائے نامدار دو جہان کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس پر رکیک حملے اور عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں عوام کے ایمان کو لوٹ رہا ہے۔ شرک کی آندھی اور بدعات کی ظلمت کو عوام پر مسلط کئے ہوئے ہیں ایسے میں کچھ لوگ اس طوفان بے تمیز کے آگے پل باندھنے میں لگے ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ایک ہمارے محترم دوست مولانا مفتی محمد مجاہد صاحب حفظ اللہ بھی ہیں۔

ان کی تحریر و جمع کردہ کتاب ''ہدیۂ بریلویت'' اس وقت میرے پیش نظر ہے جس میں انہوں نے بریلویے پر کئے جانے والے مطالعہ کو یکجا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور تمام موٹے اور اہم حوالا جات کو ذکر کیا ہے۔ بریلویت اتنا چھوٹا فتنہ نہیں کہ اسے ۵۵۲ صفحات کی کتاب میں جمع کر دیا جائے بلکہ اس پر لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا لیکن اب بھی اس فتنہ کے خدوخال کا تذکرہ تشنہ تکمیل ہے۔

میرے سامنے اس کے دو نسخے ہیں ا۔ ادارہ تحقیقات اہل سنت لاہور جو کہ 552 صفحات پر مشتمل ہے۔ ۲ دوسرا دارالنعیم لاہور کا شائع کردہ ہے جس کے صفحات ۵۳۷ ہیں۔ صفحات تو دونوں کے ہم قیمت معلوم ہوتے ہیں لیکن آخر الذکر کا ٹائٹل دلکش ہے۔ نیز پر متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کی تقریظ بھی موجود ہے جبکہ کتابت کی غلطیوں سے بھی کافی حد تک پاک ہے۔ اول الذکر پر سن اشاعت ۲۰۱۲ لکھا ہوا ہے اور دوسرے پر ۶ ستمبر ۲۰۱۲ لکھا ہوا دارالنعیم کا چھاپا بعد کا معلوم ہوتا ہے۔ کمپوزنگ کی چند غلطیاں ہونے کے باوجود کتاب انتہائی معلوماتی اور زیادہ مطالعہ کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ قارئین اس کتاب کو ضرور خریدیں۔ ان شاء اللہ تفہیم بریلویت میں بڑی معاون کتاب ثابت ہوگی۔ اللہ مؤلف اور ناشرین اور معاونین کی محنت کو قبول فرمائے۔ آمین۔

کتاب حاصل کرنے کیلئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔ 0312:5860955

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گوہر شاہیت اور قادیانیت اسلام کی عدالت میں: انگریز تو ہندوستان سے بوری بستر گول کر گیا لیکن اس دھرتی کے مسلمانوں کے چین، سکون اور ایمان وایقان کو خراب کرنے کیلئے اپنے گندے انڈے چھوڑ گیا۔ اور جاتے جاتے اس نے ایسے ایسے فتنے جنم دیئے کہ جو آج ملت اسلامیہ کے لئے ناسور بنے ہوئے ہیں۔ ان فتنوں میں سے غیر مقلدیت، انکار حدیث، انکار جہاد، رضا خانیت، رافضیت، اور قادیانیت ہے۔ رافضیت کا فتنہ اگر چہ پہلے بھی موجود تھا لیکن خال خال ہی اس کو بھی پروان چڑھانے والا یہی ملعون انگریز تھا۔ اور قادیانیت جو

انگریز کا خود کاشتہ پودا تھا علماء حق کی محنتوں سے زمین بوس ہورہا تھا۔تو گجر خان کا ایک ملعون ریاض گوہر شاہی انگریز کی نمک حلالی کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کرنے لگا۔

تھے دونوں ہی مرتد زندیق لیکن ایک دوسرے کی بگڑی ہوئی شکل زیر نظر کتاب ''گوہر شاہیت اور قادیانیت اسلام کی عدالت میں'' ۳۸۶ صفحات پر مشتمل دونوں فتنوں کو سمجھنے کیلئے بہترین کتاب ہے جو کہ ہمارے انتہائی قابل قدر دوست مولانا محمد نواز فیصل آبادی فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی کے مطالعہ اور تحقیق کا خلاصہ ہے۔مولانا اس موضوع پر اور بھی بہت کچھ لکھ رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

ملنے کے پتے۔مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا۔مکتبۃ القرآن اصیں پور بازار فیصل آباد۔

تقابل ادیان کورس پر علماء و اکابر کے تاثرات

فقیر اپنی طرف سے کامیاب کورس منعقد کرنے پر ادارہ نور سنت کی انتظامیہ اور نوجوان ساتھیوں کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے اللہ پاک دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔آمین۔

(استاذ العلماء مولانا منیر اختر احمد صاحب)

(۲) کراچی میں اس قدر بدامنی کے باوجود اتنے طلباء کا ایک چھت تلے جمع ہو جانا واقعۃ ادارے کے کارکنان کے اخلاص اور تڑپ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔(فاتح بریلویت مولانا ابوایوب قادری صاحب)

(۳) اوان تقابل ادیان کورس کے اس اختتام پر بندہ اپنی طرف سے انجمن کے تمام ارکان، منتظمین اور اساتذہ کو مبارک باد پیش کرتا ہے۔(فخر الاماثل حضرت مولانا قاری ربنواز حنفی صاحب)

(۳) بندہ الحق میڈیا سروس اور رضا خانی ڈاٹ کام کی انتظامیہ، کارکنان، اور ممبران کی طرف سے کامیاب تقابل ادیان کورس کے پرامن انعقاد پر ادارہ نور سنت کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہے۔(محترم ساجد خان نقشبندی)

(۴) بندہ دل کی گہرائیوں سے ادارہ نور سنت کو کامیاب کورس کرانے پر مبارک باد پیش کرتا ہے۔

(مفتی نجیب اللہ عمر)

حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ

متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مدظلہ العالی کی معرکۃ الآراء کتاب منگوانے کیلئے رابطہ کریں: 03125860955

DAILY EXPRESS

روزنامہ ایکسپریس

رائیونڈ: 40 سال پرانی قبر میں مدفون مردے کا چہرہ تر و تازہ، لوگ دیکھنے قبرستان پہنچ گئے

رائیونڈ (این این آئی) تبلیغی مرکز سے ملحقہ قبرستان میں قبر کھودنے کے دوران 40 سال پرانی گڑھوں والی قبر دریافت ہوئی جس میں مدفون مردے کا چہرہ زندہ شخص کی طرح بالکل تر و تازہ پایا گیا۔ ارد گرد کی آبادیوں سے سینکڑوں افراد دیکھنے کیلئے قبرستان پہنچ گئے۔ تبلیغی مرکز کے علمائے کرام سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے اس شخص کی شناخت کو مخفی رکھا اور بتایا کہ تبلیغی اجتماع کے دوران انتقال ہوا تھا۔

نقشِ محبّت

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ملائک ساتھ ہیں دامن سنبھالے		حرا سے آ رہے ہیں کملی والے

اُمنڈ آئے ہیں بادل کالے کالے		مرا ایمان ساقی کے حوالے

تجھے ، اے وحشتِ دل دینے والے		دعائیں دے رہے ہیں دِل کے چھالے

چہار آفاق مجھ پر ہوگئے تنگ		مجھے تو اپنی کملی میں چھپالے

مرے ساقی بتقریب شب قدر		دیے جا آج بھر بھر کر پیالے

زکوٰۃ حسن جاناں بٹ رہی ہے		گدائے عشق ! قسمت آزمالے

زہے چشمِ فسوں سازِ محبت		پرائے کو بھی جو اپنا بنالے

اندھیری شب ہے ، رستہ گم ہے لیکن		نظر آتے ہیں منزل کو اُجالے

بہار آئی ہے ، غنچے کھل رہے ہیں		مرے دل! تُو بھی دو دِن مسکرالے

ٹھہر اے مرگ ، تھوڑی دیر دم لے		حیات جاودانی بھی تو آلے

نفیس اُن کی محبت نقش دل ہے		نہ بھولیں گے سہارنپور والے

ہمارا ساتھ دیجئے

الحمدللہ! ادارہ علماء اہلسنت کی نادر و نایاب نیز ردرضاخانیت کی کتب کی اشاعت کا کام کر رہا ہے۔ اس سلسلے میں الحمدللہ کئی کتب کی اشاعت ہو چکی ہے۔ مزید کتب کی اشاعت کے سلسلے میں ہمارے ساتھ

تعاون

فرما کر ہمارے دست و بازو بنیں
اور ہمارے ساتھ اس کارِ خیر میں حصہ لیجئے

من جانب

ادارہ تالیفات اہلسنت والجماعت کراچی پاکستان

Contact: 0300-5860955